اکوڑہ خٹک
الحق
نشاۃ اسلامیہ کا علمبردار علمی و دینی ماہنامہ
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق
مدیر
سمیع الحق

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لۂ دعوۃ الحق

قرآن وسنت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم : ۴ | ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک | فون نمبر رہائش : ۲

جلد نمبر : ۱۴ | مدیر : سمیع الحق | رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

شمارہ نمبر : ۱۱ | | اگست ۱۹۷۹ء

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ بیس روپے فی پرچہ دو روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ
بیرون ملک ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

دارالعلوم دیوبند برصغیر میں اسلام کی چودہ سو سالہ روایات کا امین اور اسلامیانِ ہند کے عہدِ زوال کے ڈھائی سو سالہ نشاۃِ ثانیہ کے افکار و عزائم اور محرکات و تحریکات کا نتیجہ تھا جو بے شمار اہل اللہ اولیاء اور اربابِ دعوت و عزیمت کے نالہ ہائے نیم شب کی تعبیر و ظہور کا دوسرا نام ہے۔ اس نے نہ صرف دنیا بھر میں اسلامی علوم کی شمع روشن رکھی بلکہ مسلمانوں کی عظمت اور وقار حرّیت اور آزادی کو بھی سامراجی استبداد سے چھین کر دم لیا۔ اور اب اسلامیانِ عالم کے لئے عموماً اور علمی و دینی حلقوں کیلئے خصوصاً مسرّت اور خوشی کی بات ہے کہ دارالعلوم کے ایک سو سترہ برس گذر جانے پر دارالعلوم کیطرف سے ۲۱-۲۲-۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کو اس کا صد سالہ عظیم الشان علمی جشن منانے کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ تاریخوں کے اعلان کے ساتھ اس عظیم علمی سیمینار کانفرنس اور گویا علمی میلہ کے شایانِ شان تیاری کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ قافلۂ دیوبند کے بوڑھے ضعیف مگر جوان ہمت اور اولوالعزم سالار حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیّب صاحب مدظلہٗ کانفرنس کی کامیابی کیلئے دنیا بھر کے دورے فرما رہے ہیں۔ چودھویں اور پندرھویں صدی ہجری کے سنگھم پر ایسے بین الاقوامی علمی اجتماع کا انعقاد عالم اسلام کے لئے ایک نیک فال ہے۔ دارالعلوم کو اللہ نے جس تجدیدی حیثیت سے نوازا ہے، اور جامع المجددین بنا کر چھوڑا ہے۔ ایک صدی کے اختتام اور دوسری صدی کے آغاز پر اس مرکز تجدید سے وابستہ تقریباً دس ہزار فضلاءؔ اور لاکھوں علماء و مشائخ کا اجتماع انشاء اللہ پوری ملتِ مسلمہ کی فکر اسلامی کے احیاء اور نشاۃِ ثانیہ (جس کے آثار نمایاں ہوتے جا رہے ہیں) میں اہم اور مفید بنیادی رول ادا کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اللہ کرے یہ اجتماع بھی مجددین امت کیطرح ملّت کیلئے ارشادِ نبوی: من یجدّد لھا دینھا۔ کا مصداق بن جائے۔ ایسے وسیع اور عظیم کثیر المصارف اجتماع کی کامیابی اور اسے زیادہ مثبت نتائج کا ذریعہ بنانے کیلئے تمام فرزندانِ دیوبند اور وابستگانِ دیوبند کو اپنے طور پر تحریری، تقریری، مالی و مادی کوششیں بروئے کار لانی چاہئیں۔ کانفرنس اور دیوبند کے تعارف و تشہیر اخبارات میں مضامین اور خبروں کی اشاعت بالخصوص حتیٰ المقدور مالی امداد کی فراہمی اور اہم مراکز میں جمع کر دینے کا انتظام اور اس کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں اس تقریب کی حیرت انگیز کامیابیوں کیلئے تضرّع والحاح سے دعائیں یہ سب فرزندانِ دیوبند کا فریضہ ہے۔ اور انشاء اللہ مادرِ علمی سے محبت اور تعلق خاطر کے اس امتحان میں سب سرخرو ہوں گے۔ ایک اہم کام جس کیطرف مرکز سے بار بار توجہ دلائی جا رہی ہے تمام قدیم و جدید فضلاء دیوبند کا دارالعلوم دیوبند کو فوری طور پر اپنے جدید پتوں (نام ولدیت سنۂ فراغت اور قدیم پتہ) کے ساتھ بذریعہ خط آگاہ

کرنا ہے ۔ بصورت دیگر دارالعلوم دیوبند کیلئے دعوت نامے جاری کرنے مشکل ہوں گے ۔ انفرادی رابطہ کے علاوہ صوبہ، ضلع، تحصیل کی سطح پر علماء دیوبند اور مدارس دیوبند اس کام کو بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں ۔ کہ آس پاس کے فضلاء دیوبند کے موجودہ پتے اکٹھے کرکے دارالعلوم بھیج دئے جائیں ۔ اس سلسلہ میں ساری خط وکتابت براہ راست دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور انڈیا کے پتہ پر ہونی چاہیئے ۔

مظلوم ومقہور پڑوسی افغانستان پر روس ظالمانہ تسلط کے خلاف وہاں کے غیور علماء ومشائخ اور دیندار سر بکف مسلمانوں نے جہاد و سرخروئی کی جو شمع روشن کی تھی ۔ الحمدللہ خون شہداء کی یہ حرارت اور روشنی سارے افغانستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہے ۔ اعلاء کلمۃ اللہ اپنی مقدس مسلم سرزمین کی آزادی اور کمیونزم کے استیصال کا یہ مقدس عَلم بنیادی طور پر وہاں کے علماء اور مشائخ اولیاء اللہ اور دینی علوم کے فدائی اساتذہ اور طلبہ کے ہاتھ میں ہے ۔ اور اللہ کی مدد قدم بقدم ان بے سروسامان مجاہدین کی شامل حال ہے ۔ ہمیں تحدیث نعمت کے طور پر بجا طور پر فخر کا حق حاصل ہے ۔ کہ دنیا کی عظیم استبدادی قوت شیوعیت کیساتھ جہاد میں دارالعلوم حقانیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہونے والے فضلاء دارالعلوم حقانیہ کو اہم مرکزی اور بنیادی قائدانہ مقام حاصل ہے ۔ تقریباً ہر محاذ پر حقانی فضلاء افغانستان ٹینکوں جہازوں اور راکٹوں کی پرواکئے بغیر میدان کارزار میں سربکف قیادت وسیادت کررہے ہیں اور کئی ایک جام شہادت نوش کر چکے ہیں ۔ مجاہدین کے کئی احزاب کے امراء اور کمانڈر حقانیہ کے فارغ التحصیل مستفیدین افغان مجاہد ہیں ۔ دارالعلوم حقانیہ سے جو شعور واحساس للّٰہیت اور فدائیت حریت وجہاد وہ لیکر گئے تھے آج یہی چیزیں ان کے مادر علمی کے فخر و امتیاز کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں ۔ اس جہاد میں شریک تمام علماء ومشائخ مسلمانوں بالخصوص فرزندان حقانیہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی سرخروئی و کامرانی کیلئے دست بدعا ہیں اور پوری ملت سے بھی ہر قسم کی امداد وتعاون اور دعاؤں کی اپیل کرتے ہیں ۔ مجاہدین افغانستان پوری ملت مسلمہ سے فرض کفایہ ادا کررہے ہیں گو ہم بظاہر دور ہیں مگر دل وجان سے قریب ہے

در راہ عشق مرحلۂ قرب وبعد نیست
می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

علمی ودینی حلقوں کیلئے عموماً اور انڈیا کی ایک ممتاز تعلیمی مرکز ندوۃ العلماء کیلئے خصوصاً پچھلا مہینہ شہر الحزن ثابت ہوا ۔ ابھی ندوہ اپنے جواں سال داعی وادیب مولانا محمد الحسنی مدیر البعث " کے غم سے نہیں سنبھلا تھا کہ چار مہینے کے اندر اندر ندوہ کی صحافت ودعوت کا دوسرا اہم ستون بھی گیا ۔ یہ پیوند خاک ہوگیا اور مولانا محمد الحسنی کی طرح مولانا اسحاق جلیس ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات بھی ۴۴ برس کی عمر میں اور اسی نوعیت کی بیماری میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے ۔

مرحوم اسحاق جلیس ادیب، صحافی، عالم وزاہد، منتظم وداعی جیسی صفات میں مولانا محمد الحسنی کے قرین ومثیل تھے اور مخدوم مولانا ابوالحسن علی ندوی کے معتمد ورفیق کار اور امیدوں کا مرکز مگر ہائے افسوس کہ ایک سے مولانا کی کمر ٹوٹ گئی تو دوسرے نے دست وبازو سے محروم کر دیا۔ فعّال لما یرید۔ حکیم وخبیر ہی اپنے فیصلوں کی حکمتوں سے واقف ہے۔ اور یقیناً اس کے فیصلے بہتر ہوتے ہیں۔ جزع فزع کا نہ مقام ہے نہ بندوں کو حق، ابھی پچھلے سال مولانا مدظلہ کے ساتھ دونوں تشریف لائے دارالعلوم میں بھی قدم رنجہ فرمایا اور مختصر ملاقاتوں میں ناچیز کو عجیب وغریب الطافِ محبت سے نوازا اور جاکر خطوط میں ذہنی وفکری یگانگت قلبی ونظری قرب اور مخصوص ترین حلقۂ احباب کے قابل سمجھ لینے کی بشارتوں سے نوازا مگر ہائے وہ خواب جو اتنی جلدی ٹوٹ گیا اور ندوہ اپنے ذہین وفطین ترجمانوں اور اسلام کے داعیوں سے محروم ہوگیا۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

ہمارے ایک مدنی مہاجر محبّ ومخدوم حضرت مولانا انعام کریم صاحب ناظم مدرسۃ الشرعیہ مدینہ منورہ بھی ایکا ایک دار فانی سے دار البقاء کو چل بسے۔ وہ تیس تینتیس سال سے خاکِ مدینہ میں پیوند ہوجانے کیلئے آستانۂ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے۔ بشام کو اچھے بھلے تھے کسی نے کہا کہ صحت کمزور ہے۔ تو گرمیوں میں حسب معمول ہندوستان جائیں گے۔ کہا اس انتظار میں تو دن گن رہا ہوں کہ یہاں کی حیاتِ ابدی نصیب ہوجائے بعد از مغرب مواجہۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گئے حسب معمول صلوٰۃ وسلام پڑھ کر اپنے کمرہ میں آگئے۔ اندر سے کنڈی لگا دی۔ نماز عشاء کیلئے باہر نہ آئے تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب نہ پایا۔ بالآخر کسی طرح دروازہ کھلوا دیا گیا۔ دیکھا تو فرش پر دراز واصل بحق ہوچکے ہیں۔ نماز فجر کے بعد مسجد نبوی میں جنازہ پڑھا گیا۔ اور جنت البقیع میں اپنا ٹھکانا بنالیا۔ عاش سعیداً او یاب سعیدا تواضع للّٰہیت، اخلاق وشرافت، نفاست وطہارت میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے قریبی رشتہ حضرت شیخ الہند رح سے تھا۔ پاکستان آئے تو حضرت مولانا عزیر گل اسیر مالٹا مدظلہ اور ہم گنہگاروں کو بھی اپنی زیارت اور قدوم سے مشرف فرماتے۔ مولانا عزیر گل مدظلہ سے بھی خاندانی رشتہ تھا اس موقعہ پر ہم مولانا مدظلہ سے بھی تعزیت کرتے ہیں۔ اور مرحوم کے تمام خاندان سے بھی۔ اللھم اجعلہ لنا خیر ذخر وخیر شفاعۃ فی بلدۃ حبیبک صلی اللہ علیہ وسلم۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

دعوات عبدیت حق

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

حسنۂ دنیا و آخرت

ایک غیر مطبوعہ خطبۂ جمعۃ المبارک

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً و فی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار ۔

محترم بھائیو ! اسلام دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ایک جامع مذہب ہے ، دنیا میں ہم پر اللہ تعالیٰ کی لامتناہی رحمتیں ہیں اور آخرت میں بھی اللہ جل جلالہ کا کرم اور رحمت مسلمانوں اور مومنوں پر ہوگا ۔۔۔۔ یہ دعا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً و فی الآخرۃ حسنۃً ۔ ہم اور آپ ہر نماز میں قاعدہ آخیرہ میں سلام پھیرنے سے قبل کرتے ہیں کہ اے ہمارے پالنے والے رب آپ کے ہم پر احسانات ہیں ، آپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ، آپ نے روزی دی ہے ، آپ نے کپڑا دیا ہے ۔ آپ نے جسم اور اعضاء و جوارح دئے ہیں ، آپ نے غیر متناہی احسانات ہم پر کئے ۔ اور ہماری پرورش بھی اے خدا آپ ہی کرتے ہیں ۔

حسنۂ دنیا کی حقیقت | اے خدا ہم آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آتنا فی الدنیا حسنۃً ۔ اے خدا دنیا میں بھی ہمیں حسنۃ دے اور آخرت میں بھی حسنہ سے نواز ، اس کا ترجمہ تو آج کل لوگ بڑی ، دولت بڑی دنیا سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھئے نا اسلام نے دنیا کی ترغیب دی ہے ۔۔۔۔ تو بھائیو ! اس آیت میں پہلے دنیا کا ذکر ہے ، اس لئے کہ زندگی کے مراتب میں دنیا کی زندگانی آخرت پر مقدم ہے تو ترتیب ذکری ترتیب وضعی کے تقاضا کے مطابق ہے ۔ آج ہم کسی کا تعارف کراتے ہیں تو پہلے دادا کا نام لیتے ہیں ، پھر والد کا ۔ تو دادا مقدم ہے ، پھر باپ پھر پوتا ۔ اسی طرح دنیا ہر شخص کے لئے مقدم ہے ۔ اور آخرت اس کے بعد ۔ اور بھائیو ! دنیا ذریعہ ہے کمال کا اگر ایک شخص کامیابی چاہتا ہے ، نجاح و فلاح مانگتا ہے ، جنّت مانگتا ہے ۔ اللہ کی رضا کا طالب ہے ، قرب خداوندی چاہتا ہے تو ان سب کی کمائی کا زمانہ بھی یہی دنیا ہے ۔ لیکن اس آیت کا یہ ترجمہ ہرگز نہیں کہ اے اللہ مال و دولت بہت دیدے ۔ اس لئے کہ ربنا آتنا الدنیا ۔ نہیں ہے ۔ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً ہے ۔ یہ دنیا کی زندگی آپ نے دی ہے اس میں جو چیز مانگتے ہیں وہ دنیا اور دولت نہیں بلکہ حسنہ مانگتے

ہیں۔ حسنہ عربی میں نیکی کو کہتے ہیں۔ اے خدا دنیا میں نیکی کی توفیق دیدے ہم اور آپ جب ہر نماز کے اختتام میں یہ دعا پڑھتے ہیں تو ہم کو اس وقت یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ اے اللہ ہمیں دنیا میں نیکی کی توفیق دیدے۔ یہ نہیں کہ مال و دولت بلکہ حسنۃ کا سوال ہے دنیا کی زندگی ہر ایک کی جو ہے اے اللہ اس میں عبادت بندگی نیکی کی توفیق دیدے۔ سنت کی پیروی کریں، دین کی کچھ خدمت کریں، اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو جائے، ایسے اعمال و افعال جو اللہ کی رضا اور قرب کا باعث بن جائیں کہ جب اس مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلیں تو یا اللہ بھلائی کی توفیق نصیب ہو اور میرے ہاتھوں سے کسی پر ظلم نہ ہو، میرے ہاتھ پاؤں زبان کسی کی اذیت کا باعث نہ بنیں ایسا کوئی کام مجھ سے سرزد نہ ہو جو آپ کے حکم کے خلاف ہو۔ یہ سیّئۃ ہے ۔ تو اے خدا ہمیں سیئۃ سے حسنۃ اور بدی سے نیکی کیطرف پھیر دے۔ دنیا کی یہ زندگی نیکی میں خرچ کر دے اور آخرت میں ان نیکیوں کی زندگی کو قبول فرمانے کی مہربانی کر دے۔

بھائیو! ہمارے اپنے قبضہ میں کوئی شئے نہیں۔ یہ اپنی جان بھی ہمارے قبضہ میں نہیں میری یہ اپنی روح جسے میں اپنی روح اپنا جسم اپنے ہاتھ پاؤں کہتا ہوں یہ بھی میرے نہیں اللہ کے دیئے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ کی رضا اور مرضی سے زندگی ہے۔ اور اسی کی مرضی سے موت ہے وہ چاہے تو بیمار کر دے۔ اللہ کی مرضی سے غنا ہے اور فقر ہے وہ چاہتا ہے تو غنی کر دیتا ہے۔ نہیں تو فقیر۔ اگر ہماری مرضی پر ہوتا تو کون فقر چاہتا ہے۔ کون بیماری اور موت پسند کرتا ہے۔ اگر ہم کچھ نیکی اور عبادت کر بھی لیتے ہیں تو اپنے سے کیا دیا، اسی کی دی ہوئی توفیق، اسباب، اور قوت عمل تھی تو اے اللہ اب تو محض اپنے کرم سے ہمارے اس عمل نماز روزہ حج کو قبول فرما دے۔ وفی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النار۔

دنیا اور آخرت کی ملازمۃ بھائیو! آخرت اور دنیا کے درمیان بالکل ملازمۃ ہے۔ اور ہم اور آپ سب آخرت کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیسا رہے گا۔ یہ ٹھیک ہے کہ ایمان بین الخوف والرجاء ہونا چاہیئے اور ایک شخص کو ہر وقت خوف میں رہنا چاہیئے کہ انجام کیا ہوگا؟

مدار مآل پر ہے حال پر نہیں میں نے پچھلے جمعہ عرض کیا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص مسلمان ہے تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں فلاں کافر سے بہتر ہوں۔ یعنی ایک تو یہ بات کہ مطلق مسلمان مطلق کافر سے بہتر ہے یہ تو ٹھیک بات ہوگی مگر یہ کہ ایک مسلمان کسی کافر کو مشخص کر کے کہے کہ میں اس سے بہتر ہوں تو ایسا کہے یا نہ کہے۔؟ تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اس میں شک نہیں کہ اس وقت تم مسلمان اس کافر سے بہتر ہو، حال تو بہتر ہے مگر اعتبار مآل (انجام) اور خاتمے کا ہے کیا معلوم کہ ایک شخص موت سے پہلے عیسائی ہو جائے یا قادیانی یا پرویزی ہو جائے، یہودی ہو جائے یا کوئی اور

بلا ہو جائے تو پھر کیا ہوگا۔؟ کیا کوئی اعتبار اور یقین ہے انما الاعتبار للخواتیم۔ خاتمہ کے لئے اعتبار ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ فلاں کافر موت سے قبل مسلمان ہو جائے تو ایک شخص اپنے بارے میں خوش فہمی اور غرور میں ہرگز مبتلا نہ ہو اور اس میں ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان میں کبر و غرور نہیں آئے گا۔ اپنے کو کمتر سمجھے گا تو نیکی اور بھلائی میں اور بھی بڑھنے کی سعی کرے گا۔ دیکھئے ہر دنیادار، دکان دار، تاجر (الاماشاءاللہ) دن رات اس کوشش میں ہے کہ اوروں سے بڑھ جاؤں، کسی کے دس نکلے یا باغات ہیں تو میرے بیس ہو جائیں۔

دنیا اور دین میں مطمع نظر کیا ہونا چاہیئے | اس لئے ہمیں کہا گیا اور علاج کے طور پہ کہ دنیا کے معاملات میں حرص اور لالچ بہتر نہیں بلکہ اپنے سے کم شخص سے اپنا موازنہ کرتے رہو اور دین کے معاملہ میں اپنے سے زیادہ صالح اور بہتر سے موازنہ کرو تم کو جو کٹی کی روٹی ملی ہے تو کہتے ہو کہ مجھ پہ اللہ کی کونسی نعمت ہے۔؟ اس شخص کو دیکھو جو بیچارہ ایک ہفتہ سے بھوکا ہے۔ کچھ بھی نہیں کھایا غالباً حافظ شیرازیؒ کے بارہ میں ہے کہ جوتے نہیں تھے جمعہ کی نماز کے لئے، باہر آنے سے جھجک رہے تھے کہ بغیر جوتوں کے کیسے جاؤں۔ باہر آئے تو دیکھا کہ ایک فقیر سیڑھیوں پہ بیٹھا ہے، اور دونوں ٹانگیں کٹی ہوئی ہیں، دیکھ کر تائب اور نادم ہوگئے۔ کہ یا اللہ میرے جوتے نہیں تو کیا ہوا اسکی تو ٹانگیں ہی نہیں۔ تو تیرا مجھ پر کرم ہے۔ تو دنیا کے معاملات میں اپنے سے کمتر لوگوں کو دیکھا کرو۔ اور موجود نعمتوں کے شکر گذار بن جاؤ اور دین کے معاملات میں اپنے سے کم کو نہیں بلکہ اپنے سے بہتر اور برتر کو دیکھا کرو تم سمجھتے ہو کہ میں عالم ہوں۔ تو ارے بھائی تم کیا عالم ہو، صاحب ہدایۃ عالم تھے امام ترمذی عالم تھے امام بخاریؒ عالم کہلانے کے مستحق تھے، قاضی اور صدرا کے مصنفین عالم تھے پھر سمجھو گے کہ ہم میں تو علم کی بو بھی نہیں علم اور دین میں اعلیٰ معیار کو مطمع نظر رکھو۔ تب پتہ چلے گا کہ میں تو بالکل خالی ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ ایمان تب کامل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید اور مایوس نہ ہوں مگر مطمئن بھی نہ ہو اپنے حال سے بلکہ خوف و رجاء دونوں کی حالت ہونی چاہیئے، تب ایمان پائدار اور مضبوط ہوگا۔

مکافات عمل کا قطعی اصول | مگر یہ یاد رکھو کہ دنیا اور آخرت کے درمیان ملازمہ ہے۔ بالکل جیسے کاشتکار گندم بو لیتا ہے۔ تو چند ماہ بعد وہ کھیت سے گندم ہی کاٹ لے گا۔ اور اگر کسی نے جو بویا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ جو کی بجائے گندم کاٹ لے اگر کانٹے بوتے ہیں تو کانٹے ہی کاٹے گا۔

از مکافات عمل غافل مشو   گندم از گندم بر آید جو ز جو

دیکھئے عمل کے بدلے کے اصول سے غافل مت بنیں وہی خدا ہے۔ جو اس دنیا کو چلاتا ہے وہی خدا آخرت کو بھی چلائے گا۔ تو اگر یہاں نیکی اور حسنۃ میں زندگی گذاری تو وہاں بھی ایسا ہی ہوگا۔

حسنۃ کا مطلب | اس لئے نماز میں دعا کرتے ہیں کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ــــ الآیۃ نیکی کی توفیق

دنیا میں دیدے نہ یہ کہ بہت مال و دولت ہی اس دعا سے مراد لیا جاتے ۔ فی الدنیا ظرف ہے ، خدا سے دنیا نہیں بلکہ دنیا میں حسنۃ مانگتے ہیں۔ پھر حسنۃ بھی عجیب لفظ ہے ۔ ہر امر شرعی ، کہ موافق شرع ہو وہ حسنۃ ہے خواہ وہ دنیا کا کام ہو یا آخرت کا اور ہر امر جو شریعت کے خلاف ہے وہ سیئۃ ہے ۔

ـــــ تو بھائیو! اگر ہم نے بویا گناہ کا تخم زندگی ظلم رشوت جوابازی فساد حرام خواری میں گذاری نہ پیغمبرؐ سے تعلق رہا نہ خدا سے نہ خدا کی کتاب سے تعلق رہا بس اپنی جوانی اپنی عزت اور وقار اپنی پشتو اپنی قومیت اور انانیت ہی میں لگے رہے ، بھئی عزت بہتر ہے مگر شرع کے مطابق وقار اور پشتو اور غیرت وحمیت بہتر ہے مگر شرع کے مطابق ـــــ ۔

ہم تو شرع کے پابند نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پابند ہیں۔ تو بوتے عمر بھر کانٹے ببول اور زعم ہے کہ آنکھیں بند ہوتے ہی سیدھے جنت میں پہنچ جائیں گے ۔ تو کیسے جنت جا سکو گے ۔ ؟ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک انڈا اندر سے خراب ہے باہر چھلکا بہت صاف اور ستھرا ہے ۔ سفید خول ہے جب توڑ دو تو گندہ بدبودار غلیظ پانی اس سے برآمد ہوگا ۔ اگر دنیا کی زندگی گندی ہے ۔ بد دینی اور بدی سے بھری ہوئی ہے تو جب زندگی کا یہ انڈا جو کتنا ہی صاف ستھرا کیوں نہ تھا جب ٹوٹ جائے گا تو وہی خون پیپ بدبو اور غلاظت اس سے برآمد ہوگی ۔ سانپ ، بچھو نکل آئیں گے ۔ کانٹے بوئے تھے کانٹے کاٹو گے ۔ لیکن اگر یہاں دنیا کی زندگی قانونِ خداوندی اور شریعت کے مطابق بسر کر دی ہے ۔ تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جب ایمان پہ خاتمہ ہو جائے گا تو وہاں پھول ہی پھول ہوں گے ۔ جنت اور باغات ہوں گے ۔ اور برا کرو گے تو برا بدلہ پاؤ گے ۔ اگر حسنۃ اور بھلائی شیوہ بنالیا ہے ۔ تو خدا کی رحمت اور اجر و ثواب سے پھر مایوس مت ہونا جو تخم کاشت کیا ہے وہی کاٹو گے ، اور بڑے بڑے اضافوں کیساتھ ۔

دین اور دنیا کا باہمی تعلق

بھائیو! اتنا یاد رہے کہ اسلام دنیا خلاف نہیں ایک حدیث میں آتا ہے ۔ کہ دنیا کی مثال دریا اور پانی کی طرح ہے ۔ پانی نہ ہو تو کشتی اور جہاز کیسے چلے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے بعد اب تک اور موت تک سفر حیات جاری ہے قبر تک موت تک ہر مرد و عورت مسافر ہے ۔ تو یہ مسافر یہ سفر پانی پر کرتا ہے جسے دنیا کہا جاتا ہے اور یہ دل ایک کشتی ہے ۔

تو بھائیو! اسلام دنیا کا مخالف نہیں مگر وہ دنیا جس سے دین کو مجروح کر دیا زخمی کر دیا دین کو گنوا دیا اور خراب کر دیا اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم دریا میں کشتی میں بیٹھے ہوئے جا رہے ہوں اور کشتی کو نیچے سے توڑ دیا اس میں سوراخ کر دیا ، پانی اندر آگیا ۔ تو ظاہر ہے کہ نتیجہ ڈوبنے ہی کا نکلے گا ۔ تو بھائیو! جس نے اس سفر میں دین کی کشتی کو چھلنی کر دیا دنیا کے ذریعہ اور دنیا کو دل کی کشتی میں بھر دیا تو جیسے قوم نوح غرق ہوگئی ، عاد و ثمود تباہ ہوگئے اور دنیا

میں بہت سے امراء اور دولتمند دنیا پرست اسی طرح تباہ ہو گئے جس نے دنیا کو دین کے مقابلہ میں زیادہ معزز سمجھ لیا وہ غرق ہو گیا ـــــ ہاں اگر کشتی محفوظ ہے اندر پانی نہیں آرہا پھر حفاظت سے اطمینان سے پانی پر سفر کرتے رہو ، کراچی اور جدہ تک اس پانی کو سفر کا ذریعہ بناؤ ۔ دولت ہے مگر دین کو اس سے زخمی نہ کیا دل کی کشتی کو اس سے نہیں چھیدا ، دل میں آخرت ہے خوف خدا ہے ، اللہ اللہ ہے ـــ تو بغیر خوف وخطر اور فکر کے سفر حیات جاری رکھو یہی پانی آپ کو منزل مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا ۔

بس دنیا ہو یا آخرت ، عبادات ہوں یا معاملات مسلمان کے تمام کام دین کے ہو جاتے ہیں ۔ مگر یہ خیال رکھے کہ یا اللہ تو نے تجارت اور سعی رزق کا حکم دیا ہے تو نے کہا کہ دھوکہ اور فریب مت کرو ۔ تو نے کہا کہ ضرورت کی اشیاء خلق خدا کے لئے فراہم کر کے خرید و فروخت کیا کرو ۔ تو یہ سب ثواب ہوگا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ ۔ اے اللہ دنیا میں نیکی کی توفیق دے اور آخرت میں ہماری اس نیکی کو قبول کر دے اس پہ ثواب اور اجر دے ۔ وقنا عذاب النار ۔ اور اے اللہ ہمیں عذاب نار سے بچا ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

پیامِ انسانیت

مولانا ابوالحسن ندوی مدظلہٗ کی ایک تقریر

حضرت مولانا ابوالحسن ندوی دامت برکاتہٗ کی ایک تقریر پیش خدمت ہے۔ موصوف مدرسہ امدادیہ مرادآباد کی دعوت پر "پیامِ انسانیت" کے سلسلے میں مرادآباد تشریف لائے۔ انہوں نے انصاف کونسل مرادآباد کے زیر انتظام منعقدہ شدہ جلسہ میں ٹاؤن ہال میں یہ تقریر فرمائی۔ ہال سامعین سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ سامعین میں بڑی تعداد غیرمسلم برادرانِ وطن کی تھی۔ شہر کے مدارس اسلامیہ کے اساتذہ و طلبہ، وکلاء، ڈاکٹرز، تجار بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ یہ تقریر ان دنوں ہوئی جب علی گڑھ میں فسادات ہو رہے تھے اور اطراف میں کشیدگی تھی۔

عتیق احمد قاسمی بستوی

استاذ مدرسہ امدادیہ مرادآباد

نئے مہمانوں کی آمد دنیا میں انسانوں کی آمد کا سلسلہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں سال سے جاری ہے اور کوئی دن نہیں آتا کہ دنیا کی تاریخ میں نئے مہمان نہ آتے ہوں۔ آج کا دن صرف آج کا دن اور صرف ہمارا اور آپ کا یہ شہر مرادآباد جس میں ہم سب جمع ہیں۔ اگر آپ اس میں ٹوہ لگائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی آبادی میں آج بھی اضافہ ہوا ہے یہ شہنائیاں جو بج رہی ہیں (ایک قافلہ اس وقت شہنائیاں بجاتا سڑک سے گذر رہا تھا) یہ لوگ جو اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں، یہ سب علامتیں ہیں اس بات کی کہ دنیا کی رونق ابھی قائم ہے۔ دلوں میں امنگیں ہیں اور انسان اس دنیا میں ہنسی خوشی رہنا چاہتا ہے۔

جو بچہ بھی اس دنیا میں آتا ہے جو نیا مہمان بھی ہماری آپ کی اس محفل میں داخل ہوتا ہے وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ اس دنیا کا پیدا کرنے والا خدا (ہم اسے جس نام سے بھی یاد کریں) انسان سے ابھی روٹھا نہیں ہے انسان سے اس کا اعتماد اور بھروسہ ابھی اٹھا نہیں ہے۔ وہ انسان سے مایوس نہیں ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو خدا کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہی بھیجتا ہے وہی بھیجنا بند کر دیتا۔ ہم نے آپ نے جلسہ کیا ہے۔ ایک چھوٹی سی

کوشش ، جو آ رہے ہیں ان کو آنے دے رہے ہیں۔ ہم ان کو آدمی سمجھتے ہیں، انہیں کے لئے ہم نے یہ محفل سجائی ہے۔ آپ کا یہ ہال تنگ پڑ رہا ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ بلانے والے بھی خوش ہیں اور آنے والے بھی خوش ہیں آنے والے شوق سے آ رہے ہیں اور بلانے والے ان کو جگہ دے رہے ہیں۔ اگر بس چلے تو آنکھوں میں جگہ دیں۔

خدا انسانوں کو دنیا میں مجبوری سے نہیں بھیج رہا ہے۔ ہم نے مجبوری سے انہیں جگہ نہیں دی ہے۔ شوق سے جگہ دی ہے۔ شہر میں اعلان کیا۔ کارڈ تقسیم کئے۔ ہم نے خود بلایا ہے۔ یہ بن بلائے نہیں آئے جب یہ ہمارے بن بلائے نہیں آئے تو خدا کی مخلوق دنیا میں بن بلائے کیسے آسکتی ہے؟

تو جو بچہ بھی اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ چاہے کسی براعظم میں پیدا ہو کسی کانٹیننٹ میں پیدا ہو۔ امریکہ میں پیدا ہو۔ ہندوستان میں پیدا ہو یا یورپ اور مشرقِ وسطیٰ میں پیدا ہو۔ یا مشرقِ بعید میں پیدا ہو۔ وہ اس بات کا اعلان کرتا ہے (اور ایسا صاف اعلان کرتا ہے۔ ایسے پیارے طریقے پر اعلان کرتا ہے کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے) کہ ابھی اس سنسار کا پیدا کرنے والا انسانوں سے مایوس نہیں ہے۔ وہ ان کو بسانا چاہتا ہے وہ ان کی مدد کرتا ہے خود ہماری پیٹھ پر ہماری کمر پر اس کا ہاتھ ہے اگر اس کا ہاتھ نہ ہوتا تو کتنے پھول بے کھلے ختم ہو جاتے۔ لیکن یہاں کا اتنا لمبا سفر کر کے جو مہمان یہاں آرہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اس دنیا سے ابھی مایوس نہیں ہے۔ اگر خدا اس دنیا سے ناراض ہو جاتے تو اس کو ابھی توڑ پھوڑ کے رکھ سکتا ہے۔ کتنی لڑائیاں ہوئیں۔ انسانوں نے بڑی کوشش کی اس دنیا کو تباہ کرنے کی یہ ہم اور آپ سب مانیں گے۔

میں تاریخ کا ایک معمولی اسٹوڈنٹ ہوں ہم اور آپ سب جانتے ہیں کہ انسانوں نے اپنی بساط کے مطابق کئی مرتبہ کوشش کی کہ یہ دنیا باقی نہ رہے۔ اور یہ جو دو عالمی جنگیں ہوئیں (ورلڈ وار فرسٹ اینڈ سیکنڈ) اس لڑائی کی آگ بھڑکانے والوں نے اپنی پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ کہ یہ دنیا ختم ہو جاتے۔

نوشتۂ دیوار اگر خدا کا ہاتھ اس دنیا کی پیٹھ پر نہ ہوتا۔ انسانوں کے سر پر نہ ہوتا۔ خدا کی حفاظت نہ ہوتی خدا ابھی اس دنیا سے خوش نہ ہوتا اور انسان اس کو پیارا نہ ہوتا۔ تو یہ جو ہمارے جادوگر ہیں، یورپ و امریکہ کے جو ہماری قسمت کے مالک بنے ہوئے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ ہم مالک ہیں۔ یہ کب کا اس سنسار کو ختم کر چکے ہوتے۔ مگر ان کی اتنی کوششوں، منظم ایسی سائنٹیفک ایسے آرگنائز ایسی کوششوں کے باوجود جس کی پشت پر سائنس تھا۔ ٹکنالوجی تھی اور اب ایٹامک انرجی بھی آ گئی ہے۔ اس کے باوجود یہ اس سنسار کو تباہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے آپ اسے نہیں سمجھ سکتے؟ یہ دیوار کا نوشتہ ہے۔ کہ خدا اس دنیا سے مایوس نہیں ہے۔ ابھی خدا اس دنیا سے مایوس نہیں ہوا کہ یہ فرش جو بچھایا گیا ہے۔ یہ شامیانہ جو لگایا ہے اسے تہہ کر کے رکھ دے۔ ورنہ ایک منٹ نہیں سیکنڈ نہیں۔ سیکنڈ کے بھی ہزارویں حصے میں اس دنیا کو ختم کر سکتا ہے۔ ہم کو قرآن میں بتایا گیا ہے۔ انما

وہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون کہ اس کے ارادے کی دیر ہوتی ہے اس نے ارادہ کیا اور کام ہوا۔ ارے بھائی ہم ٹیلیفون کرتے ہیں اٹھایا ریسیور، نمبر ملایا۔ فوراً بات ہوگئی تو خدا کو کیا دیر لگ سکتی ہے ؟

کیا آپ خدا کا منشا نہیں سمجھتے ؟ خدا کو ابھی دنیا باقی رکھنا ہے مگر ہمارا آپ کا طرزِ عمل کیا ثابت کرتا ہے ؟ خدا کہے اس دنیا سے خوش ہو اور پیار کرے۔ مگر ہم اس دنیا سے خوش نہیں۔ خدا تو مہمان پر مہمان بھیجے اور جب مہمان آتا ہے تو اپنی روزی لے کر آتا ہے یہ تو ہماری نالائقی ہے کہ اس کو وقت پر کھانا نہ ملے۔ پیٹ بھر غذا نہ ملے یا تو خدا جو مہمان بھیجے گا اس کی روزی بھی بھیجے گا مگر ہم کیا ثابت کر رہے ہیں ؟ ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ انسان سے بڑھ کر کوئی چیز قابلِ نفرت نہیں ہے۔

راؤڑ کیلا، جمشید پور، علی گڑھ جہاں جہاں فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں وہاں کے ان آدمیوں نے ان شریف آدمیوں نے کتنے سانپ بچھو مارے ہوں گے اگر اس کا کوئی دفتر ہوتا تو میں وہاں جاکر پوچھتا اس کے اعداد و شمار دیکھتا کہ بھائی ہر شخص بتائے کہ اس نے کتنے بچھو مارے۔ کتنے سانپ مارے۔ کتنے بھیڑیے، چیتے اور شیر مارے ؟ ان میں بعض لوگوں کی زندگی گذر جاتی ہے۔ اور موذی جانور مارنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ مگر انسان۔ انسان کو کس طرح مارتا ہے دیکھئے خدا اور انسان کے کام میں ایک ٹکراؤ اور تضاد ہے۔ خدا چاہتا ہے یہ دنیا پنپے، پھلے پھولے۔ سرسبز و شاداب ہو۔ بارونق ہو۔ یہاں اس کی رحمت کی محبت کی ہوائیں چلیں۔ یہاں محبت کی اور پریم کی بانسری بجے۔ یہاں محبت کی خوشبو پھیلے وہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ میں خوش ہو رہا ہوں یہ تصویریں دیکھ کر کس طرح اپنا دل دکھاؤں کہ کتنا خوش ہو رہا ہوں تو خدا کیا جو اس دنیا کا باغبان ہے پالن ہار ہے انسان کو بنانے والا ہے خوش نہیں ہوتا ؟ اپنی بنائی ہوئی چیز پر سب خوش ہوتے ہیں۔

نگاہوں کا جادو

مراد آباد والوں کو اگر اپنے برتنوں پر ناز ہے تو خدا کو اپنی بنائی ہوئی چیز پر ناز نہیں ہوگا مراد آباد کا رہنے والا جب کہیں جاتا ہے تو کہتا ہے میں اس جگہ کا رہنے والا ہوں جہاں سے بہتر برتن کہیں نہیں بنتے ٹھیک ہے ٹھیک ہے ہم بھی مانتے ہیں ہمیں آپ کا یہ دعوٰی تسلیم ہے مگر کیا ہم اور آپ کو ناز کرنے کا حق ہے۔ برتن بنا لیا تو اس پر خوش۔ ایک مشین بنالی تو اس پر خوش۔ ایک کپڑا سی لیا تو اس پر خوش۔ اور خدا نے یہ گلدستہ بنایا۔ یہ چمن کھلایا انسان کو پیدا کیا جس کی وجہ سے ہر چیز میں قیمت پیدا ہوئی۔ اسے اپنی پیدا کی ہوئی چیز پر خوش ہونے کا حق نہیں ؟

کہاں کا سونا۔ کہاں کی چاندی۔ کہاں کا مراد آباد کا برتن اور کہاں کا امریکہ کا کمپیوٹر۔ اور کہاں کی مشنری۔ سب ہماری اور آپ کی نگاہوں کا جادو ہے۔ ہم نے آپ نے سونے کو دیکھا قدر کی نگاہ سے سونا ہوگیا اگر ہم اور آپ آج کوئی انٹرنیشنل کنونشن کریں یا ہم کہیں طے کریں کہ ہمیں سونے سے کوئی مطلب نہیں۔ سونا ہمیں پسند نہیں تو سونا اور

مٹی برابر ہو جائے ۔سونا خود کوئی چیز نہیں ۔ نگاہوں کا کھیل ہے۔آپ کی نگاہیں دھات پر پڑیں تو سونا بنا دیا۔ آپ کی نگاہیں ٹوٹ جانے والے شیشے پر پڑیں تو وہ ایسا ہوا کہ اس کو دل کی طرح عزیز رکھنے لگے، کوئی توڑ نہیں سکتا۔ پھول اور کانٹے میں فرق کیا ہے؟ آپ نے پھول کہا تو پھول ہو گیا۔آپ نے کانٹا کہا تو کانٹا ہو گیا، تو ہم اور آپ طے کر لیں کہ آج سے پھول کانٹا ہے اور کانٹا پھول ہے۔ تو پھول کانٹا ہو جائے گا اور کانٹا پھول ہو جائے گا۔ یہ سب ہماری اور آپ کی نگاہ کا کھیل ہے ۔دل کی توجہ کا۔ دل جدھر جھکا بس اسی چیز میں قیمت پیدا ہو گئی۔

بازار میں بھاؤ کیوں بڑھتا ہے ۔آپ سب کاروباری آدمی ہیں۔ بھائی بھاؤ کیوں بڑھا۔کل وہی چیز تھی آج وہی چیز ہے لیکن کل اس کے دام کچھ اور تھے ۔آج اس کے دام کچھ ہیں۔ کیا فرق ہوا؟ کہاں سے فرق آیا؟ صرف آپ کو خواہش زیادہ ہو گئی۔ آپ کو زیادہ چاہت ہو گئی۔ آپ اسے زیادہ خریدنے چلے گئے ۔ دام بڑھ گیا۔ اگر آپ کہیں کہ کل سے ہم فلاں کپڑا نہیں خریدیں گے۔ تو وہ کپڑا بے قیمت ہو جائے گا۔ کپڑوں کے جو نئے نئے فیشن نکلتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ فیشن پیرس سے نکلا ہے لندن سے نکلا ہے لوگوں نے پسند کیا اور فیشن بن گیا اور ساری دنیا میں پھیل گیا۔ اور پھر اس کے بعد اس کو ایسا بھول جاتے ہیں کہ اگر کوئی اس فیشن میں نکلے تو اسے دیوانہ سمجھیں اور آوٹ آف ڈیٹ سمجھیں۔

اپٹوڈیٹ اور آوٹ آف ڈیٹ کی حقیقت کیا ہے ؟ آپ ہی سب کچھ۔ آپ نے کہا یہ چیز اچھی ہے زمانہ کے مطابق ہے وہ اپ ٹو ڈیٹ ہو گئی۔ آپ نے کہا یہ پرانے زمانے کی چیز ہے۔ ہمیں پسند نہیں تو آوٹ آف ڈیٹ ہو گئی۔

تو آپ ہی اس دنیا میں سب کچھ ہیں مگر آپ کا طرز عمل یہ بتاتا ہے کہ آپ خدا کی مرضی پر خوش نہیں ہیں خدا کچھ چاہتا ہے آپ کچھ چاہتے ہیں۔ خدا بنانا چاہتا ہے آپ بگاڑنا چاہتے ہیں۔ خدا سرسبز و شاداب رکھنا چاہتا ہے آرام پہنچانا چاہتا ہے۔ آپ کہتے ہیں ہم آرام نہیں پہنچنے دیں گے ۔ یہ ہمارا طرز عمل ہے گویا ہمیں خدا سے لڑائی ہے ۔معاف کریں ہمارے ہندو مسلمان بھائی ہم سب مذہبی لوگ ہیں۔ ہم سب یقین کرتے ہیں مذہب کی حقیقتوں میں، اس کی سچائیوں میں۔ لیکن ہم اپنے طرزِ عمل سے ثابت کرتے ہیں جیسے ہم کو خدا سے ضد ہو۔ وہ دن کہے تو ہم رات کہیں وہ رات کہیں تو ہم دن کہیں۔ وہ اچھا کہے تو ہم برا کہیں ۔وہ برا کہے تو ہم اچھا کہیں۔ وہ کہے کہ مل کر رہو۔ محبت سے رہو ہم کہیں کہ ہمیں منظور نہیں۔

خدا کی بردباری دیکھئے ایک دکان پر آپ چلے جائیے اور دو ایک برتنوں پر ہاتھ صاف کر دیجئے ۔ بے قرینہ کر دیجئے تو ہرنا بھوڑنا نہیں اس کا ذکر کیا۔ بے قرینہ رکھ دیجئے۔ تو دکان والا خود آپ کو کیسا دوست ہو، کیسا شریف آدمی ہو وہ بگڑ جائے گا۔ اور آستین چڑھا لے گا۔ کہ آپ کو کیا حق ہے۔ ہماری دکان کا انتظام کرنے کیوں

آتے۔ خدا کی بُردباری دیکھیے کہ برابر انسانوں کو بھیج رہا ہے۔ برابر روزی دے رہا ہے۔ زمین غلّہ اگا رہی ہے۔ آسمان پانی برسا رہا ہے۔ کسی چیز میں کوئی ہڑتال کوئی اسٹرائک نہیں۔ کہ خدا نے وہ چیز روک دی ہو ہماری نالائقی سے۔ لیکن ہمارا کیا طرزِ عمل ہے؟ ہم خدا کو برابر غصہ دلانا چاہتے ہیں۔ شکر ہے اسی کی تعریف ہے کہ وہ بچوں کی طرح غصہ میں نہیں آتا۔ ورنہ اگر ہماری کرتوتوں سے وہ غصہ میں آجاتا تو کب سے یہ دنیا لپیٹ کر رکھ دی جاتی۔ لاکھوں برس لوگ کہتے ہیں اس کی عمر ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ بہت سی چیزوں سے پتہ چلتا ہے لوگ حساب لگاتے ہیں۔ اس کا بھی پورا ایک فن ہے۔ ہم اس کو چیلنج نہیں کرتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا اتنے دنوں سے برداشت کر رہا ہے۔ خدا ابھی اس دنیا سے مایوس نہیں ہے۔ خفا نہیں ہے اور ہم بات بات پر خفا ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے تھا کہ خدا کا ہمارے ساتھ جو اخلاق و معاملہ ہے۔ کم سے کم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ وہ معاملہ کرتے۔

خدا تو ایسا کہ جو چاہو کر گذرو۔ اور وہ خفا نہیں ہوتا یعنی اس طرح سے ناراض نہیں ہوتا کہ دنیا کو ختم کر کے رکھ دے الٹ کر رکھ دے کہ بس ختم۔ وہی زمین و آسمان۔ چاند سورج، بارش وابر۔ وہی قانونِ قدرت لا آف نیچر برابر چلے آرہے ہیں، ہزاروں لاکھوں برس سے۔ مگر ہمیں کچھ تو سوچنا چاہیئے کہ آخر یہ کب تک ہوتا رہے گا؟

علم نے کیا فائدہ پہنچایا؟ آج دنیا میں علم کا کتنا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ ڈنکا بجایا جا رہا ہے لیکن اس علم نے ہمیں فائدہ پہنچایا۔ کیا ہم کو آدمی بنا دیا؟ علم کا فائدہ تو ہم نے یہ اٹھایا کہ جو کام ہم بھدے طریقے پر کرتے تھے دیر میں کرتے اس کو ہم بہت سلیقے کے ساتھ ٹیکنیکل بہت اس کو رفائن امپروف طریقے پر اور بہت جلدی ہم اسے کر لیتے ہیں۔ یعنی پہلے ہلاکت بیل گاڑی پر بیٹھ کر بیل گاڑی کے راستے سے۔ بیل گاڑی کب پہنچے گی تو ہلاکت بھی دیر سے پہنچے گی۔ پھر وہ گھوڑے سے جانے لگی۔ پھر ریل گاڑی سے۔ پھر ہوائی جہاز سے جانے لگی اور اب ایٹمک انرجی اور اس کی جو سرعت ہے۔ اس کے زور سے جانے لگی۔ بتایئے کہ یہ انسانوں کے لئے اچھا ہوا؟ پہلے ہی غنیمت تھا کہ ایک بادشاہ ملک فتح کرنے چلتا تھا۔ گھوڑوں پر اونٹوں پر، ہاتھیوں پر۔ اتنی دیر میں دوسرے لوگوں کو خبر ہوتی وہ تیاری کر لیتے تھے اب تو سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں مل پاتی۔ ہیروشیما میں، ناگاساگی میں کیا ہوا؟ کیا ان کو کچھ مہلت ملی؟ علم تو حاصل کر رہے ہیں لیکن یہ ایسا بن گیا ہے جیسے کہ کسی شرابی کے ہاتھ میں۔ بدمست کے ہاتھ میں تلوار آجائے۔ تیز دھار کی کوئی چیز آجائے۔ وہ تو شرابی بدمست ہے کسی کا گلا کاٹ دے گا۔ بھائی کا گلا کاٹ دے۔ بچہ کا گلا کاٹ دے۔ ایسے ہی آج بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔

خطرہ مول لینا پڑتا ہے میرے بھائی اور دوستو! ابھی خدا نے ہمیں مہلت دی ہے اور دیکھئے اب بھی آوازیں، سچائی میں خلوص میں سادگی میں اثر ہے۔ درد میں اثر ہے کہ اتنے آدمیوں کو یہ درد بلا سکتا ہے اور

میں جو ابھی تقریر سن رہا تھا اپنے ایک بھائی کی تو سوچ رہا تھا کہ ابھی یہ تڑپنے والے سوچنے والے دل و دماغ ہمارے ملک میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن قصہ یہ ہے کہ کوئی ہمت نہیں کرتا۔ جو فسادات ہوتے ہیں اس میں سب لوگوں کو ہسٹریا کا دورہ نہیں ہوتا۔ سب پاگل نہیں ہو جاتے۔ اگر ہوتا یہ ہے کہ چند بدمعاش۔ خدا سے نہ ڈرنے والے انسان کو کوئی چیز نہ سمجھنے والے میدان میں آجاتے ہیں اور ہر شریف آدمی اپنی خیریت منانے لگتا ہے۔ کہ ان غنڈوں اور بدمعاشوں کے کون منہ آئے؟ ان کے کون سامنے آئے۔ اپنی عزت بھی خاک میں ملائے۔ شریف لوگ اپنے گھروں میں بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی خیریت منانے لگتے ہیں۔ ورنہ کوئی شہر، کوئی گاؤں بھلے شریف آدمیوں سے خالی نہیں ہے۔ لیکن وہ ڈرتے ہیں ہچکچاتے ہیں۔ ان کا زور جادو چل جاتا ہے۔ جو بدمعاش ہیں خدا سے نہیں ڈرتے۔ شریف آدمی اپنے کونوں میں بیٹھ جاتے ہیں وہ کہتے ہیں بھائی ان رذیلوں، کمینوں، خونخواروں کے کون منہ آئے۔ کون ان کے سامنے آئے۔ لیکن اگر اس دنیا میں ایسا ہی ہوتا رہے تو یہ دنیا چل نہیں سکتی۔ اس میں تو خطرہ مول لینا پڑتا ہے۔

> فسادیوں کے اندر کا انسان سو گیا ہے۔ باہر کا حیوان جاگ گیا ہے۔ ان کے اندر کے انسان کو جگانا ہے

میری معلومات زیادہ تر مذہبی ہیں ہمارے پیغمبر صاحب نے ایک مثال دی۔ اس سے بہتر مثال مجھے اب تک نہیں ملی۔ میں اس لئے بھی بات بیان کرتا ہوں کہ ایسی تصویر کھینچ دینے والی مثال مجھے نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا ظلم و ستم، انارکی، بدنظمی، فتنہ و فساد یہ اگر دنیا میں آئے تو اس کو روکنا چاہئے ہمت کر کے چاہے اس میں کتنا نقصان ہو جائے۔ اگر نہیں روکو گے تو تم بھی نہیں بچو گے اس کی آپ نے مثال دی کہ ایک کشتی ہے۔ اس پر لوگ جا رہے ہیں ان کو کسی دوسرے ملک میں یا کسی دوسرے شہر میں جانا ہے۔ دریا کا سفر ہے۔ اس میں ایک اپر کلاس ہے ایک لور کلاس ہے ایک اوپر کا حصہ ہے جیسے کہ آج کل فرسٹ کلاس ہوتا ہے اور نیچے ڈیک ہوتا ہے کچھ مسافر ڈیک پر ہیں اور کچھ مسافر فرسٹ کلاس میں ہیں۔ پانی کا انتظام اتفاق سے اوپر ہی ہے۔ کشتی تو دریا میں چل رہی ہے۔ لیکن دریا سے پانی لینا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔ ڈول ہو رسی ہو۔ تو یہ نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے ہیں۔ پانی کی فطرت یہ ہے کہ وہ گرتا ٹپکتا ہے۔ جب پانی لے کر آتے تو کشتی ہلنے والی، تھوڑا اس پر ٹپکا تھوڑا اس پر ٹپکا۔ صاحب لوگوں نے اپر کلاس والوں نے آستینیں چڑھا لیں کہ صاحب پانی کی ضرورت آپ کو، پانی کی غرض آپ کو اور ہم پریشان ہوتے ہیں۔ دیکھئے ہم نے کپڑا بچھا رکھا تھا۔ فرش بچھا رکھا تھا آپ نے اس کو بھگو دیا دیکھئے ہمارے اوپر چھینٹے پڑ گئے۔ ہم آپ کو پانی نہیں لے جانے دیں گے۔

انہوں نے کہا پانی کے بغیر کیسے رہا جاسکتا ہے؟ انہوں نے کہا چاہے جو ہو ہم آپ کو پانی نہیں لے جانے دیں گے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ نیچے والوں نے سوچا کہ پانی تو ہم ضرور لیں گے پانی کے بغیر گذارہ نہیں۔ ایسا کرو کہ نیچے سوراخ

کر لو۔ اور وہیں سے اپنا ڈول، لوٹا ڈال کر پانی نکال لیا کرو۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر ان لوگوں میں سمجھ ہے اور ان کو زندگی پیاری ہے کچھ ہوش گوش ہے تو یہ خوشامد کریں گے۔ ان کے پاس جائیں گے کہ تم پانی لینے آتے تھے اور ہم ناراض ہوتے تھے۔ ہم خود پانی پہنچا دیں گے۔ لیکن خدا کے لئے ہمارے اوپر رحم کھاؤ۔ کشتی میں سوراخ نہ کرو۔ اور اگر انہوں نے کہا کہ ہماری بلا سے۔ ارے بھائی سوراخ تو نیچے ہو رہا ہے۔ اوپر تو نہیں ہو رہا ہے۔ ہم تو اوپر رہتے ہیں۔ ہم تو بالانشین ہیں۔ (معاف کیجئے بالا نشین ایک خاص لفظ ہے ہماری اردو زبان میں) ہم تو اپر کلاس کے لوگ ہیں۔ اور یہ لور کلاس کے ذلیل لوگ ہیں۔ سوراخ کر رہے ہیں تو نیچے سوراخ ہیں۔ ہم تو آرام سے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا جب سوراخ ہو گا تو نہ لور کلاس والے بچیں گے اور نہ اپر کلاس والے بچیں گے۔ کشتی ڈوبے گی تو سب کو لے کر ڈوبے گی۔

آج ہماری سوسائٹی میں صرف ہندوستان کو نہیں کہتا۔ ہمارا یہ موجودہ بیسویں صدی کا سماج ایسی ہی کشتی بن گیا ہے۔ کہ اس میں اپر کلاس والے بھی ہیں اور لور کلاس والے بھی ہیں۔ اپر کلاس والوں کی پیشانی پر بل آتے ہیں اور یہ بات بات پر اپنا امتیاز ثابت کرتے ہیں اور یہ احساس برتری میں مبتلا ہیں۔ نیچے والے کہتے ہیں (نیچے اوپر کا فرق یوں سمجھئے کہ جس کو ضرورت پڑتی ہے اس کو آپ لور کلاس سمجھ لیجئے اور جسے ضرورت نہیں پڑتی اسے اپر کلاس) کہ ہمیں کام سے کام ہے ہم کچھ نہیں دیکھتے ہمارا کام تو نکلنا چاہئے۔ کرپشن ہے۔ ذخیرہ اندوزی ہے۔ بلیک مارکٹنگ ہے۔ بے ایمانی ہے۔ کام چوری ہے۔ جن باتوں کو ہمارے ٹنڈن صاحب نے کہا یا اس کو روئے۔ سچی بات یہ ہے کہ رونے کی چیزیں ہیں۔ مزدور کام نہیں کرتا۔ مزدوری زیادہ لینا چاہتا ہے اور جو مالک ہے مل اور کارخانے کا۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ کام تو کرے پورا سولہ آنے۔ اور اگر کوئی ایسا قانون ہو کہ ایک آنہ ہم دے سکیں تو ایک ہی آنہ دیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک کام نکالنا چاہتا ہے سب لوگ ان ڈائرکٹ طریقے پر سوراخ کر کے پانی بھر رہے ہیں۔ پوچھنا پاچھنا کچھ نہیں اپنا کام ہے اللہ نے ہم کو ہاتھ دئے ہیں پاؤں دئے ہیں سمجھ دی ہے جو کچھ ہماری سمجھ میں آئے گا کریں گے۔ اب سماج میں جو لوگ سمجھدار ہیں دانشور ہیں۔ اسکالر ہیں۔ محب وطن اور ملک کو چاہنے والے ہیں۔ اگر انہوں نے کہا، ہماری بلا سے یہ جائیں۔ ہم آنکھیں بند کرتے ہیں یہ چاہیں مریں یا چاہے جئیں تو نتیجہ کیا ہوگا۔

کشتی میں پانی بھرے گا۔ کشتی ڈوبے گی۔ اور بھائی جب کشتی ڈوبے گی تو امتیاز نہیں کرے گی۔ آگ جب کسی گاؤں میں لگتی ہے تو وہ امتیاز نہیں کرتی کہ یہ مسلمان کا گھر ہے یہ ہندو کا گھر ہے۔ یہ شریف آدمی کا گھر۔ یہ خان صاحب کا گھر۔ یہ شیخ صاحب کا گھر۔ یہ پنڈت جی کا گھر۔ یہ فلاں کا گھر۔ کچھ نہیں۔ آگ تو اندھی بہری ہوتی ہے جب لگتی ہے تو سب جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ سیلاب آتا ہے تو وہ امیر غریب اونچے نیچے میں کوئی فرق نہیں کرتا۔

ہمارا سماج ڈانواں ڈول میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آج ہماری کشتی۔ سماج کی کشتی ڈانواں ڈول ہو رہی ہے۔ اور اس میں بہت سے مسافر ایسے ہیں جو اس میں سوراخ کئے ہوتے ہیں۔ کرنے کا ارادہ نہیں کئے ہوتے

ہیں اور سوراخ سے اپنا ڈول ڈال کر پانی بھر رہے ہیں۔ دفتروں میں کیا ہو رہا ہے؟ اسٹیشنوں پر کیا ہو رہا ہے؟ اور
ہمارے محلوں میں کیا ہو رہا ہے؟ آدمی کو بس اپنے کام سے مطلب ہے اور کسی چیز سے مطلب نہیں۔ ہمارا الو سیدھا
ہونا چاہئے۔ ہماری زبان کا بہت چھوہڑ سا محاورہ ہے کہ ہمارا الو سیدھا ہونا چاہئے۔ باقی ہم کو مطلب نہیں
کہ کس پر کیا گزرتی ہے۔ اس فلسفہ پر سب کا عقیدہ ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سارا ملک اپنا فائدہ دیکھ رہا ہے۔

وہی بات ہوئی کہ ایک بادشاہ تھا۔ اس نے ایک تالاب بنایا اور اعلان کیا کہ ہمیں دودھ کا حوض چاہئے۔ سب
لوگ اس میں دودھ ڈالیں۔ ایک ایک بالٹی دودھ لائیں اور ہم سے پیسے لے لیں۔ ہر شخص نے یہ سوچا۔ میں نے سوچا آپ نے
سوچا کہ ارے بھائی سب لوگ تو دودھ کی بالٹیاں لائیں گے۔ ایک میں نے اگر پانی کی بالٹی ڈال دی تو کیا پتہ چلے گا۔ کون اس
کو کیمیاوی طریقہ پر دیکھے گا کہ اس میں کتنی دودھ کی بالٹیوں میں کتنی پانی کی بالٹیاں ہیں اور کون لایا تھا۔ ایک شخص چلا؟
پانی کی بالٹی لے چلا۔ اور اس نے پانی کی بالٹی ڈال دی ہر ایک نے ایسا ہی کیا۔ ہر آدمی نے اسی ذہن سے سوچا اور اتفاق
سے دودھ کی بالٹی والوں نے بھی یہی سوچا۔ کہ پانی کی بالٹی ڈالیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صبح بادشاہ سلامت آئے خوش وخرم کہ
حوض لبالب سفید دودھ سے بھرا ہوگا اور ہم اس پر فخر کریں گے۔ کہ ہم نے دودھ سے حوض بھر دیا۔ دیکھا کہ وہاں تو پانی
بھرا ہوا ہے۔ ارے یہ کیا غضب ہوا۔ معلوم ہوا کہ پورے شہر نے ایک ہی دماغ سے سوچا۔

آج مشکل یہ ہے کہ ہر شخص کا دماغ ایک طرح کا ہو رہا ہے۔ کچھ لوگوں کا استثنا تو آپ کو کرنا ہوگا۔ خدا نے پانچ
انگلیاں برابر نہیں کیں۔ لیکن پانی کی بالٹی والا اسٹینڈرڈ بڑھ رہا ہے۔ اور یہ خیال کہ ہمیں پیسے لینے ہیں ہمیں خدا سے شرم
آنی چاہئے اور کوئی بات ایمانداری کے خلاف نہیں کرنی چاہئے۔ یہ چیز سکڑتی اور سمٹتی چلی جا رہی ہے۔ ہم یقین کرتے
ہیں فوری فائدے میں۔

ہماری سوسائٹی کی بیماری یہ ہے کہ ہر ایک اپنی مٹھی فوراً گرم کرنا چاہتا ہے۔ بھائی ایک دو، دو چار ہزار کی مٹھی
گرم ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس سوسائٹی کا کیا ہوگا۔ جس میں مٹھی تو گرم ہو گئی لیکن سوسائٹی بجھتی جا رہی ہے
ٹھنڈی پڑتی چلی جا رہی ہے۔ آج ہمارا عقیدہ جمتا چلا جا رہا ہے کہ جس سے چار پیسے ملیں وہ چیز عقلمندی کی ہے۔
ہرگز وہ عقلمندی کی نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم نے چار پیسے لئے اور اپنی خواہش اور من کی بات جب پوری ہوتی ہے
جب کوئی پہلے اپنا من دباتے۔ پہلے من دبائیے۔ من ماریئے پھر آپ کا من خوش ہوگا۔ آپ کے من کو آسودگی اور اطمینان حاصل
ہوگا۔ لیکن سب جلد سے جلد اگر من خوش کرنا چاہیں تو پھر کسی کا من خوش نہیں ہوگا پھر آپ دیکھئے گا۔ کہ یہ سوسائٹی یہ دنیا
وبال بن جائے گی اور لوگ پناہ مانگیں گے۔ اور کہیں گے خدا موت دے۔

ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے | ایسے سماج میں موت کی خواہش ہوتی ہے اور آج اگر آپ لوگوں کو تلاش کریں
گے تو کتنے بھائی آپ کو ایسے ملیں گے جو موت پسند کرتے ہیں۔ اس جینے سے تو مرنا اچھا۔ ہم نے شاعروں کا کلام پڑھا ہے

ادیبوں کی تحریریں دیکھی ہیں کہ جب یہ بلا۔ یہ لالچ کی بلا۔ یہ پیسے کی محبت بڑھ گئی۔ سب نے اپنی مٹھی گرم کرنی چاہی سب نے اپنے دل کو خوش کرنا چاہا پھر نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح مچھلی کو پانی سے نکال کر آپ باہر ڈال دیجئے اس کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ اسی طرح پوری سوسائٹی کا دم گھٹنے لگا۔ پوری سوسائٹی ایسی ہو رہی ہے کہ جو پاک ہے، قانون پر چلنے والا ہے اس کا گذر نہیں۔ اور جو قانون کو پاؤں کے نیچے مسل دینے والا ہے اس کی جیت ہے اس کا بول بالا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس راستہ پر چلنا چاہتے ہیں وہ بھی تھوڑے دنوں کے بعد وہ راستہ چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔

ہمارے پاس بہت سے لوگ آتے ہیں مولوی سمجھ کر اور کوئی مشورہ کے لئے اور ہمیں کتنے آدمیوں نے بتایا کہ ہم رشوت نہیں لیتے۔ ہم سے بُرا کوئی محکمہ نہیں ہے۔ یعنی رشوت لینے والے کو جس نظر سے دیکھنا چاہئے تھا آج رشوت نہ لینے کو اس نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ ارے اس کو نکالو یہ ایک غلط مچھلی ہے جو ہمارے یہاں آئی ہے اس کو نکالو۔ ارے بھائی ہم تمہارا کیا بگاڑتے ہیں؟ نہیں صاحب ایک آدمی بھی ہم کو گوارا نہیں۔ اس لئے کہ ہمارا ضمیر کسی وقت تو ہم کو ملامت کرتا ہے۔ چٹکیاں لیتا ہے کہ ایک یہ آدمی ہے جو رشوت نہیں لیتا۔ ہم یہ بھی برداشت نہیں کرنا چاہتے ایک فرد بھی ایسا نہ رہے جسے دیکھ کے ہمیں شرم آئے

سوسائٹی کے زوال کا یہ آخری نقطہ ہے کہ سوسائٹی ایسی ہو جائے جس میں نیکی کی قانون پر چلنے کی گنجائش نہ رہے۔ اور جو قانون پر چلنا چاہے انسان کو انسان سمجھے اور ڈرے اس کا دم گھٹنے لگے۔

میرے بھائیو ہم اور آپ ایک کشتی کے سوار ہیں ایک نیّا کے مسافر ہیں اور ہماری نیّا میں بہت بڑا سوراخ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہمارے ہی سماج کے بہت سے لوگوں نے۔ چھوٹے سوراخ تو بہت سے ہیں اور بہت دنوں سے ہیں۔ پانی تھوڑا تھوڑا آ رہا ہے لیکن یہ کشتی چونکہ بہت بڑی ہے اور بڑی کشتی دیر سے ڈوبتی ہے چھوٹی ناؤ ہو تو فوراً ڈوب جاتے۔ ہمارے دلیش کی کشتی ذرا بڑی ہے اس لئے ابھی آپ کو نظر نہیں آ رہا ہے۔ کہ اس میں کتنا پانی آگیا۔ ایک جگہ آیا ہے۔ دوسری جگہ نہیں آیا۔ کئی منزلیں ہیں اور بہت بڑی بڑی اس کا کوئی اور چھور نہیں۔ یہ ۶۵ کروڑ آبادی کا ملک ہے اور بہت بڑا ملک ہے کہتے ہیں ہاتھی کو مرتے مرتے دیر لگتی ہے ایک چڑیا ہے اس کو آپ انگلی میں لیجئے اور مسل ڈالئے اس کا گلا گھونٹ دیجئے لیکن ہاتھی تو دیر میں مرے گا موت کو وہاں تک پہنچتے پہنچتے کچھ راستہ تو طے کرنا پڑے گا؛

تو یہ ہمارا ملک بہت بڑا ملک ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ بڑا ملک ہے۔ ہم کو آپ کو اس کی قدر نہیں ہے میرے ایک دوست ہیں حیدرآباد کے، وہ پیرس میں رہتے ہیں۔ وہاں بہت بڑے مصنف اور عالم مانے جاتے ہیں جینوا میں ایک کانفرنس تھی اس میں ہم دونوں شریک ہوتے۔ ہم لوگ وہاں کے ہوائی اڈے پر سیر کرنے لگے۔ میرے پاس انٹرنیشنل پسپورٹ تھا اور ہر جگہ جا سکتا تھا۔ جرمنی کا بھی ہمارے پاس ویزا تھا اور فرانس کا بھی۔ میرے دوست

یک بیک رک گئے اور کہنے لگے کہ اگر میں یہاں قدم رکھ دوں (ایر پورٹ ہی کا ایک حصہ تھا) تو میں جرمنی پہنچ جاؤں گا اور پھر اس کے بعد بغیر ویزا کے نہیں آسکوں گا۔ تو یورپ میں ایسے چھوٹے چھوٹے ملک ہیں کہ اگر آپ تیز موٹر چلائیں تو باؤنڈری کراس کر جائیں اور دوسرے ملک میں پہنچ جائیں، یہاں یہ حال ہے کہ تین راتیں تین دن چلئے۔ کیرالہ جائیے کالی کٹ جائیے ختم ہی نہیں ہوتا۔ بھائیو! یہ خوشی کی بات ہے مگر یہ بات بڑی ذمہ داری کی بھی ہے اس ملک کو سنبھالئے۔ اب اس ملک میں اس بات کی زیادہ گنجائش نہیں ہے کہ جو لوگ سوراخ کر چکے ہیں یا سوراخ کرنے پر کمربستہ ہیں ہم ان کو ڈھیل دیں چھوٹ دیں کہ یہ جائیں ان کا کام جانے۔

"تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں" اب تو ہم کو اور آپ کو مل کر اس کشتی کو سنبھالنا ہے اور اس دلیش کی خبر لینی ہے۔ ورنہ پھر بھائی "تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں" ظلم کے بعد کوئی ملک پنپ نہیں سکتا جو کسی نے کہا تھا ؎

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں
ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

ہم نے بچپن میں یہ سبق پڑھا تھا اور آج بڑے بڑے منتریوں کو، بڑے بڑے پروفیسرز اور لیڈرز کو پھر آج سنانے کی ضرورت ہے کہ "ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں"

ہم نے دیکھا کہ کتنی حکومتیں یہاں آئیں اور چلی گئیں۔ انگریز جانے والے تھے۔ انگریز کوئی معمولی لوگ تھے؟ معمولی حکومت تھی؟ جس کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا لیکن انہوں نے ظلم کیا تھا۔ یہی آپ کا شہر مراد آباد ہے کہتے ہیں سینکڑوں آدمیوں کو پھانسی پر چڑھا دیا تھا۔ اور پھر ایسا بوریا بستر ان کا بندھا جیسے کہتے ہیں کہ گدھے کے سر سے سینگ غائب۔

بھائی! کوئی مذہب ہو کوئی پارٹی ہو۔ کوئی فرقہ ہو۔ کوئی سماج ہو، ظلم کو خدا برداشت نہیں کرتا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں۔ کوئی فرقہ، کوئی طبقہ۔ کوئی کلاس یہ سمجھتا ہے کہ ہم ظلم کر کے، بے گناہوں کا خون کر کے اور بچوں کو دیواروں پہ ٹپک کر کے اور بھٹی میں ڈال ڈال کر ہم اپنا سکہ بٹھا لیں گے۔ ہم اپنے لئے اس ملک کا پرچہ لکھوا لیں گے تو وہ بھول میں ہے اس کو اپنی بھول سے نکلنا چاہئے۔ خدا اس طرح کرنے تو دیتا ہے لیکن کرنے کے بعد پنپنے نہیں دیتا۔ یہ جینے کے لچھن نہیں ہیں۔ یہ جینے کا طریقہ نہیں ہے جو ہم ہندوستان میں کر رہے ہیں کہ اچھے خاصے لوگ بیٹھے ہیں۔ ارے بھائی انسان کے معنی تو یہ ہیں کہ انسان، انسان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ بچھو اور سانپ بھی مل جاتے ہیں۔ بھیڑیے بھی ساتھ چلتے پھرتے ہیں لیکن یہ کس طرح کے انسان ہیں کہ یہ انسان کو برداشت نہیں کر سکتا۔ کیا دورہ اس پر پڑتا ہے؟ میں اپنی کہی ہوئی بات کہتا ہوں جو لوگ پڑھ چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں وہ معاف کریں۔ میں سیوان میں تقریر

کر رہا تھا اور ہمارے ملک کے بہت بڑے ہسٹورین پروفیسر مصر اس کی صدارت کر رہے تھے۔ جو بہار یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہیں۔ میں نے کہا: میں اس کو تو مانتا ہوں کہ ایک بے عقل چیز جس میں ضمیر نہیں ہے وہ کسی پر گر جائے بجلی گر جاتی ہے۔ دیوار گر جاتی ہے۔ چھت گر جاتی ہے۔ میں امریکہ میں تھا۔ نیویارک کے پاور ہاؤس پر بجلی گری اور فوراً وہاں اندھیرا ہوگیا۔ اور ایک تہلکہ مچ گیا۔ چوری کرنے والے اور جرائم پیشہ نکل آئے۔ ان کی بن آئی۔ مگر سب نے معاف کر دیا۔ کہ بھائی بجلی کا کیا۔ بجلی کو کون بجھاتے؟ بجلی کس کے اختیار میں؟ لیکن میں نے کہا۔ یہ پڑھا لکھا آدمی پڑھے لکھے آدمی پر کس طرح گر جاتا ہے؟ یہ اچھا خاصا اسکالر اسکالر پر گر جاتا ہے؟ پروفیسر پر پروفیسر گر جاتا ہے اسٹوڈنٹ، اسٹوڈنٹ پر کیسے گر جاتا ہے؟ روز اخبار پڑھتے ہیں۔ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ کتابیں پڑھتے ہیں اور کسی وقت ہسٹریا کا ایسا دورہ پڑ جاتا ہے کہ سب بھول جاتے ہیں۔ بچوں کو مارنے لگتے ہیں۔ عورتوں پر بے گناہوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں۔

کوئی مسافر بے چارہ کہیں سے آیا۔ آپ کے مراد آباد کے اسٹیشن سے کہیں نکلا تھا۔ کچھ نہیں دیکھا کہ یہ کون ہے؟ اپنی ماں کی خبر لینے جا رہا ہے یا اپنی بیوی کے منہ میں کچھ رکھنے کہ بیچاری بھوکی ہے۔ بمبئی سے کما کر آ رہا ہے اور اس نے اپنا پسینہ بلکہ خون بہا کر کچھ پیسے جمع کئے۔ خنجر نکالا اور گھونپ دیا۔ چھرا نکالا اور چھرے زنی کی واردات کر دی۔

ارے تو نے کس کو مارا؟ خدا کے بندے ذرا دیکھ۔ تو نے کس مارا؟ اس کو مارا جس کو ماں نے دودھ پلا پلا کر، چھاتی سے لگا لگا کر، راتوں کو نیند حرام کر کے پالا تھا۔ اور خدا نے جہاں میں اس کی روزی بھیجی تھی۔ کتنے دور سے اس کی روزی بھیجی تھی۔ بیمار ہوا تو کیسے کیسے اس کے علاج ہوئے تھے؟ کس کس طرح سے پڑھایا گیا؟ اور جب یہ جوان ہوا۔ کھانے کمانے کے قابل ہوا۔ تو نے اے ظالم، اے دشمن۔ اے خدا اور انسان کے دشمن۔ اے اندھے انسان تو نے کس کے چھرا گھونپا؟ اگر تجھے معلوم ہو جائے تو ہزار بار مرنا تو گوارا کرے اور کبھی نہ مارے۔ اس کے مرنے سے کیا اثر ہوگا۔ جب اس کے گھر خبر پہنچے گی، لاش پہنچے گی تو کیا ہوگا؟ تو خدا کو منہ دکھانے کے قابل ہے۔ ظلم اندھا اور بہرہ ہوتا ہے چھرا نکالا اور کسی کو گھونپ دیا۔ میں ہندو مسلمان کسی کو نہیں کہتا۔ اس چھرا مارنے والے کو نہ میں مسلمان سمجھتا ہوں نہ ہندو۔ میں اسلام کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔ ہندو مذہب کی بھی توہین سمجھتا ہوں۔ ہزار بار ان کا مذہب ان سے بیزار ہے۔ اور وہ ہزار بار اپنے مذہب کی کتاب اپنے سر پر رکھ کر قسم کھائیں۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہندو ہیں۔ تو خدا کی لعنتیں برستی ہیں ان کے اوپر۔ خدا بیزار ہے ایسے لوگوں سے۔ مذہب، مذہب یہ تربیت دیتا ہے؟ یہ سمجھاتا ہے۔ قصور کرے کوئی مارا جائے کوئی۔

<u>ہزار چیتوں سے زیادہ خونخوار</u> وہ بے چارا ابھی اسٹیشن سے باہر ہی آیا تھا۔ کیسے کیسے ارمان لے کر آیا تھا۔ گھر جاؤں گا۔ ماں کی باچھیں کھل جائیں گی۔ ماں آگے بڑھے گی۔ کہ میرا لال آ گیا۔ بیوی خوش ہو جائے گی اس کا چہرہ دمکنے

لگے گا۔ پھر آکر پاؤں سے لپٹ جائیں گے۔ میں بمبئی سے تحفے لے کر آیا ہوں۔ میں کس کے لئے روپے لے کر آیا ہوں۔ کس کے لئے کُرتا لایا ہوں۔ کس کے لئے جوتا لایا ہوں۔ کس کے لئے مٹھائی لایا ہوں۔ یہ سارے ارمان اس کے دل میں رہے اور اس ظالم نے۔ اس قاتل نے۔ اس خونخوار نے، ہزار چیتوں سے زیادہ خونخوار، ہزار بچھوؤں اور سانپوں سے زیادہ لعنتی۔ اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ نہ یہ دیکھا کہ کہاں سے آیا ہے۔ کتنی دور سے آیا ہے۔ کیسے کیسے سہانے خواب دیکھتے ہوئے آیا ہے اور چھرا گھونپ دیا۔ دنیا میں کونسا مذہب ہے جو اس کو سینے سے لگائے اور پیار کرے۔ جوتوں سے مارے جانے کے قابل ہے۔ جوتوں کی توہین ہے۔ جوتوں کے تلووں کی توہین ہے۔ پاک ہاتھ اس پر پڑ کر ناپاک ہو جائے گا۔

میرے بھائیو! یہ پیٹنے کی باتیں ہیں؟ یہ خدا کے پیار و محبت کو کھینچنے والی باتیں ہیں۔ یہ دنیا میں ترقی کرنے والی اور ملک کو نیک نام کرنے والی باتیں ہیں۔ جب ہم باہر جاتے ہیں تو ہمارا سر جھک جاتا ہے۔ میں دوسرے ممالک میں جاتا ہوں لوگ پوچھتے ہیں کہ بھائی تمہارے ملک میں روز فساد ہوتا ہے۔ روز ایک قصہ ہوتا ہے۔ ہنگامہ ہوتا ہے۔ کیا جواب ہے اس کا سوائے اس کے کہ سر جھکا لوں۔ اور کہوں کہ بھائی جہالت کا کرشمہ ہے۔ جب تہذیب آئے گی۔ علم آئے گا۔ خدا کا خوف ہوگا تو یہ سب نہیں ہوگا۔ کب ہوگا وہ؟ اس سے پہلے تو قیامت آجائے گی اتنے دنوں سے تو ہم دیکھ رہے ہیں کچھ نہیں ہوا۔ کیسے کیسے تمہارے یہاں ریفارمر پیدا ہوئے۔ گاندھی جی نے کیا تعلیم دی؟ اور اسی شہر کے رہنے والے محمد علی۔ شوکت علی نے کس طرح ہندو مسلم ایکتا کا نعرہ لگایا۔ سارے ملک میں ایک نشہ سا چھا گیا۔ میں نے دیکھا ہے اور ممکن ہے ٹنڈن جی اور ان حضرات نے بھی دیکھا ہو۔ میں دس گیارہ سال کا تھا۔ خدا کی شان ہے۔ اگر کہیں ہندوستان ویسے رہ جاتا تو کیا ہوتا۔ یعنی دل سے دل ملے ہوئے تھے۔ ہندو مسلم اس طرح گلے ملتے تھے۔ لپٹتے اور چمٹتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا سگے بھائی ہیں۔ کیسا اچھا زمانہ تھا۔ لیکن انگریز کی چال چل گئی۔ لارڈ ہارڈنگ نے یہاں ایک کھیل کھیلا۔ اس نے لڑا کے دکھا دیا۔ اور پھر اس کے بعد آج تک وہ منظر نہیں آیا۔ کہیں کہیں ہم نے اس منظر کی جھلک دیکھی ہے اور اس کی جھلک یہاں بھی نظر آتی ہے کہ آج آپ لوگ بلا تفریق مذہب و ملت اتنی تعداد میں جمع ہوئے ہیں ایک ایسے شخص کی بات سننے کے لئے جس کو آپ جانتے نہیں پہچانتے نہیں اور اس کی شخصیت کچھ نہیں۔ مایوس ہونے کی کوئی بات نہیں۔

یہ لمبی نیند ہے

خدا کا شکر ہے کہ ہمارا ملک سویا ہے مرا نہیں۔ سویا ہوا جگایا جا سکتا ہے لیکن مرا ہوا جلایا نہیں جا سکتا۔ ہم سوئے ہیں مرے نہیں۔ خدا کا شکر ہے۔ رب کا شکر ہے۔ پیدا کرنے والے کا شکر ہے ہم کئی سوئے کئی بار جاگے۔ یہ انسانیت کئی بار سوئی کئی بار جاگی۔ اور جاگی تو ایسی جاگی کہ اپنے سونے کی سب تلافی کر دی۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا ملک جب جاگے گا تو اس سونے میں جو جو حرکتیں ہوئیں۔ وہ جو سوتے ہوئے اس کا ہاتھ کسی پر پڑ گیا تھا کسی کو تکلیف ہوئی تھی۔ سب کی معافی مانگ لے گا۔ یہ سونے والا جب جاگے گا تو سب کی معافی مانگے گا۔ سب کے

پاؤں پکڑے گا کہ سونے میں اگر کوئی بات ہوئی ہو تو ہمیں معاف کیجئے۔ ہمیں خبر نہ تھی۔ یہ سب ایک لمبی نیند ہے جس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔

میں ان فسادیوں کو سویا ہوا انسان سمجھتا ہوں۔ ان کو راکشش نہیں سمجھتا۔ ان کے اندر کا انسان سو گیا ہے اور ان کے باہر کا حیوان جاگ گیا ہے اور چاہیئے کہ یہ ان کے باہر کا حیوان سو جائے اور ان کے اندر کا انسان جاگ جائے۔

ہمیں اپنے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں۔ اپنے متعلق ہمیں کوئی دھوکا نہیں۔ کہ ہم دنیا میں کوئی بڑا انقلاب لے آئیں گے ہمیں اپنی حقیقت خوب معلوم ہے مگر کیا کریں بیٹھا نہیں جاتا ہم اخبار ہی دیکھنے کے لئے زندہ رہ گئے ؟ ہم فسادات کی خبریں ہی سننے کے لئے زندہ رہ گئے؟ ہم انسانیت کی تذلیل دیکھنے کے لئے ہی زندہ رہ گئے؟ ہم سے زیادہ بدقسمت کون ہے؟ ارے بھائی بجائے اس کے کہ ہم اخبار میں پڑھیں ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے ہم وہ کریں۔

میں نے ۱۹۵۱-۵۲ء سے یہ کام شروع کیا تھا جب میں ہندوستان کے باہر سے آیا اور یہاں دیکھا تو مجھ سے رہا نہیں گیا۔ میں نے اس وقت پکار لگائی میرے جو مضامین ہیں " مانوتا کا سندیش " وغیرہ اسی زمانہ کے ہیں۔ مگر اس کے بعد میں دوسرے کاموں میں لگ گیا۔

خدا مجھے معاف کرے۔ میرا مالک مجھے معاف کرے۔ مجھے اس کام کو سب پر مقدم رکھنا چاہیئے تھا۔

بس میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا بہت وقت لیا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میں نے یہاں جو بات کہی وہ خدا لگتی بھی کہی اور آپ کی اپنی کہانی سنائی آپ کو۔

مولانا بدرالحسن القاسمی ایڈیٹر الداعی
استاذ دارالعلوم دیوبند

عصر حاضر کے بلند پایہ عالم دین اور نامور محدث شیخ عبدالفتاح ابو غدہ جو ابھی چند ہفتے کے لئے ہندوستان آئے ہوئے تھے اہل علم کے حلقے میں کسی تذکرہ و تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ع

البیت یعرفہ والحل والحرم

ان کا شمار صف اول کے محدثین اور بالغ نظر اور دقیقہ رس مصنفین و محققین میں ہوتا ہے۔ ان کی سطح کے علماء اس وقت عالم اسلام کے اندر چند ہی ہوں گے۔ ان کی گرانقدر اور فاضلانہ تصانیف کو ارباب علم کی نظر میں بڑا قبول و اعتبار حاصل ہے۔ ان کا بڑے سے بڑا معاند بھی ان کی تصانیف کو دیکھ کر ان کی دقت نظر، علمی تبحر اور رسوخ فی العلم سے انکار نہیں کر سکتا۔

حدیث، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ سے ان کی واقفیت بڑی گہری ہے ان کا ذوق تحقیق اتنا بلند اور پاکیزہ ہے اور مطالعہ اتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے جس کی نظیر کم ملتی ہے۔ ان کی مستقل تصانیف تو چند ہی ہیں لیکن جس کارنامہ نے انہیں زندہ جاوید بنا دیا ہے اور ان کو موجودہ علماء اور محققین کے درمیان خصوصی امتیاز کا حامل بنا دیا ہے۔ وہ ان کا تحقیق و تعلیق (ایڈیٹ) کا کام ہے شیخ کے استاذ علامہ کوثری کے بارے میں شیخ ابو زہرہ نے صحیح لکھا ہے کہ ان کی تعلیقات کی وجہ سے اصل کتاب کو دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے۔ استاذ کی یہ خصوصیت شیخ ابو غدہ کی تعلیقات میں بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔

شیخ ابو غدہ نے بیسیوں نادر کتابوں کو اپنی گرانقدر تعلیق و تحقیق کے ذریعہ زندہ جاوید بنا دیا ہے اور ان کو حیات نو بخشی ہے۔ کسی کتاب پر شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کا نام محقق (ایڈیٹ کنندہ) کی حیثیت سے آجانا ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ کتاب اپنے موضوع پر اہم اور بلند پایہ ہے۔

شیخ ابو غدہ سوری الاصل (شام کے رہنے والے) ہیں حلب ان کا مولد ہے۔ ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی اور شروع سے غیر معمولی شغف و انہماک کے ساتھ اور سینکڑوں شیوخ کی خدمت میں رہ کر اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ لیکن ان کی علمی زندگی کا سب سے اہم اور قیمتی زمانہ اور خود ان کی نظر میں حاصل زندگی چھ سال

کی وہ مدت ہے جو انہوں نے قاہرہ میں شیخ زاہد کوثری کی خدمت میں گذاری، ان کی زندگی پہ اگر رنگ کسی استاد کا قائم ہوا تو علامہ کوثری کا۔ ذوق تحقیق انہیں ملا ہے تو کوثری سے، وسعت نظر اور دقت رائے حاصل ہوئی ہے تو علامہ کوثری کے فیض صحبت سے۔ تمام علوم میں بلا شرط و قید وہ علامہ کوثری کو اپنا استاذ مانتے اور ان کے علم و فضل اور تبحر کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

علامہ کوثری کے علاوہ سینکڑوں ائمہ فن اور اساتذہ حدیث سے انہیں ملنے اور اخذ و استفادہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس لئے ان کے ذہن میں بڑا توازن اور فکر و نظر میں غیر معمولی اعتدال ہے۔ علامہ کوثری کے یہاں بعض امور میں جو تیزی اور شدت تھی ان کے بارے میں شیخ ابوغدہ کا رویہ بڑا معتدل اور متوازن ہے وہ اپنی طرف سے بعض الزامات کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

نعم إنى تلميذ الكوثرى رحمة الله. كما إنى تلميذ غيره من العلماء الكثيرين فى بلدى حلب وغيرها من بلاد الشام ومكة المكرمة والمدينة المنورة ومصر والهند وباكستان والمغرب فلى من الشيوخ قرابة مائة شيخ تلقيت عنهم واخذت منهم وكل واحد منهم له مذهبه ومشربه وما التزمت قول احد منهم لانه شيخي واستاذي بل التزم ما رأه صوابا واعتقده حقا او راجحاً وقد احظر فى ذلك او اصيب كشأن كل طالب علم فدعواهم انى ملتزم بكل ما يقوله الكوثرى دعوى باطلة يردها عليهم تعليقاتى ونقول الكثيرة فى كتبى والكتب التى خدمتها وحققتها وهى فى ايدى الناس. کلمات ص ۳۲

بعض لوگ میرے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکانے کیلئے کہتے ہیں کہ میں کوثری کا شاگرد ہوں، یقیناً میں شاگرد ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے جسطرح کہ میں کوثری کے علاوہ دوسرے اور بھی بہت سے علماء کا شاگرد ہوں، میں نے تقریباً سو علماء سے علم حاصل کیا ہے، اور میں اپنی اس توفیق و سعادت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں ان سو میں میرے وطن حلب اور شام کے دوسرے شہروں کے علاوہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، مصر، ہندوستان، پاکستان، مغرب (مراکش) ہر جگہ کے علماء شامل ہیں۔ ان سب سے میں نے اخذ و استفادہ کیا ہے۔

ان میں سے ہر ایک کا الگ اپنا ذوق اور اپنا الگ مشرب رہا ہے ان میں سے کسی کے قول کا میں محض اس بناء پر پابند نہیں ہوں کہ وہ میرے شیخ یا استاذ ہیں بلکہ میں وہی رائے اختیار کرتا ہوں جو میری نظر میں صحیح اور درست ہو۔ جو کبھی غلط بھی ہو سکتی ہے، جیسا کہ ہر طالب حق کی رائے کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ میں علامہ کوثری کی رائے کی تائید کرتا ہوں غلط ہے۔ جس پر ہماری تصنیفات اور تعلیقات شاہد ہیں۔

ان کے علمی کارناموں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ شیخ کی بعض اہم خصوصیات کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ وہ اپنے غیر معمولی علم و فضل کیساتھ انتہائی متواضع ہیں اور شہرت و عظمت کے آخری مقام پر پہنچ جانے کے بعد بھی وہ اپنے آپکو ایک طالب علم ہی سمجھتے ہیں۔ انہیں اپنے سے کسی کم حیثیت اور علم اور عمر میں کم سے کم تر شخص سے بھی اخذ و استفادہ میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتا۔ یہ ان کی ایک ایسی خصوصیت ہے جس نے ان پر علم و فضل کے دروازے کھول رکھے ہیں اور اسکی وجہ سے خداوند قدوس نے انہیں اپنی خصوصی رحمتوں سے نواز رکھا ہے۔ اپنی اس خصوصیت میں وہ بالکل سلف صالحین کے نقشِ قدم پر ہیں۔ ہندوستان و پاکستان کے تقریباً سبھی قابلِ ذکر اور سربرآوردہ علماء کو وہ اپنے مشائخ اور اساتذہ کی صف میں شمار کرتے ہیں۔

ہندوستانی علماء سے ان کی وابستگی بھی غیر معمولی ہے اور ان کے علم و فضل کے وہ صحیح قدر شناس بھی ہیں۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ مولانا ادریس کاندھلویؒ مولانا مفتی محمد شفیعؒ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی مہدی حسن شاہجہانپوری کو تو باقاعدہ انہوں نے اپنے شیوخ اور اساتذہ کی صف میں شامل کر رکھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ان حضرات کے علم و فضل سے انہوں نے اخذ و استفادہ بھی بے پناہ کیا ہے۔ موجودہ علماء میں محدث جلیل حضرت مولانا حبیب الرحمن الاعظمی کے علم و فضل کے بے حد معترف اور مداح ہیں ان کے ساتھ بھی ان کا برتاؤ بالکل استاد و شاگرد جیسا ہے۔

اس کے علاوہ حکیم الاسلام مولانا محمد طیب صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب حضرت مولانا محمد منظور نعمانی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہم سے بھی ان کے مراسم بے حد مخلصانہ اور دوستانہ ہیں۔ یوں تو وہ ان میں سے ہر ایک کے پایہ شناس اور علمی حیثیت سے واقف ہیں لیکن قریب تر زمانہ کے علماء ہند کی تین شخصیتوں کا نقش ان کے ذہن و دماغ پر غیر معمولی ہے

۱۔ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محل ۲۔ حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ ۳۔ مولانا محمد حسن سنبھلی

ان ہر سہ حضرات اکابر کے تو وہ گویا عاشقِ زار ہیں۔ مجھ سے انہوں نے خود ہی اپنا یہ لطیفہ بیان فرمایا کہ کسی نے ان سے کہا کہ مولانا عبدالحی صاحب نے کوئی اولادِ نرینہ نہیں چھوڑی تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ "میں ان کی نرینہ اولاد ہوں"۔ اس غیر معمولی تاثر کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے مولانا فرنگی محلی کی الرفع والتکمیل، الاجوبۃ الفاضلہ، اقامۃ الحجہ اور تحفۃ الاخیار کو تحقیق و تعلیق کیلئے منتخب کیا اور ان کتابوں کو بڑے آب و تاب سے شائع کیا۔ اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ ان کی تعلیقات نے ان کتابوں کی قیمت و افادیت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے۔

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کی کتاب التصریح بما تواتر فی نزول مسیح کو بھی اپنی گرانقدر تعلیقات سے آراستہ کرکے انہوں نے شہرۂ آفاق بنا دیا ہے۔ اپنے استاذ کیطرح ان کا بھی یہ یقین ہے کہ مولانا انور شاہ کشمیری کے پایہ کا عالم علامہ ابن الھمام کے بعد مسلمانوں میں پیدا نہیں ہوا

التفریح اب رہتی دنیا تک اہل علم کیلئے ایک اہم علمی مرجع کی حیثیت رکھے گی اور اہل علم علامہ انور شاہ کے علمی تبحر کے ساتھ شیخ ابوغدہ کی محنت اور انکی تعلیقات کی افادیت کو محسوس کرتے رہیں گے۔

کتاب کے شروع میں علامہ انور شاہ کا مفصل تعارف بھی انہوں نے شامل کیا ہے۔ جو سے ماخوذ ہے اور نہایت عقیدت واحترام کے جذبے سے لکھا ہوا ہے۔

انہوں نے مولانا انور شاہ صاحب کی التفریح کے علاوہ مولانا ظفر احمد عثمانی کے مقدمہ اعلاء السنن کو بھی مستقل کتاب کی صورت میں اور حسب عادت اپنی گرانقدر تحقیق وتعلیق کے بعد بڑے آب وتاب سے شائع کیا ہے اور اس کا نام قواعد فی علم الحدیث رکھا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے علماء بلکہ دارالعلوم کے در و دیوار تک سے انہیں بڑا والہانہ لگاؤ ہے وہ اپنے آپ کو اسی ادارے کا ایک فرد سمجھتے ہیں۔

جنوری کے اواخر میں جب میں جغرافیہ کانفرنس میں شرکت کیلئے جامعۃ الامام محمد بن سعود کی دعوت پر ریاض گیا ہوا تھا تو شیخ کے مکان پر بھی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تھی، بڑی محبت سے ملے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا رسالہ الانصاف فی سبب الاختلاف جسے انہوں نے اپنے مختصر حواشی کے ساتھ شائع کیا ہے اس کا ایک نسخہ عنایت فرمایا۔ اسی ملاقات میں انہوں نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی بلند پایہ تصنیف فتح الملہم کے مقدمے پر اپنی تحقیق وتعلیق کا مسودہ دکھلایا جو انہوں نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ تیار کیا ہے اور عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے ہی والا ہے۔ اس کا نام انہوں نے "مبادی علم حدیث واصولہ" رکھا ہے اور اسے مستقل کتاب کی حیثیت دیدی ہے۔

فن حدیث واسماء الرجال کی اہم اور نادر کتابوں کے جمع کرنے کا انہیں بے حد شوق ہے۔ ان کا ہر سفر علمی تحقیق وجستجو یا کسی کتاب کی دریافت کی غرض سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں نادر و نایاب کتابیں جمع کر لی ہیں۔ علامہ کوثری کیطرح دنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود مخطوطات کے بارے میں انکی معلومات بے حد وسیع ہیں۔

مذکورۃ الصدر کتابوں کے علاوہ انہوں نے حارث محاسبی کی رسالۃ المسترشدین، امام قرافیؒ کی الاحکام فی تمیز الفتاوی عن الاحکام، ملا علی قاریؒ کی المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، حافظ ابن قیم کی المنار المنیف اور متعدد دوسری کتابوں کو تحقیق وایڈیٹ کے بعد شائع کیا ہے۔

اس کے علاوہ ان کے علمی کارناموں میں فتح باب العنایۃ مسالۃ خلق القرآن، صفحات من صبر العلماء والرسول المعلم قابل ذکر ہے۔

قوت حفظ غیر معمولی ہے ہمہ وقت کسی علمی مسئلہ کی تحقیق میں مشغول رہتے ہیں اگر کسی کی زبان سے کوئی اچھا شعر بھی سن لیتے ہیں تو اسے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جس شخص سے باقاعدہ ایک دفعہ بھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ اسے تاعمر نہیں بھولتے۔

کچھ عرصہ شام کی حکومت کے لادینی رجحانات کے خلاف جدوجہد کی وجہ سے قید و بند کی زندگی بھی گذاری عرصہ سے سعودی عرب میں مقیم ہیں جو اس وقت اہل علم کا مرکز اور تمام اعیان علم و فضل کیلئے ماویٰ و ملجا کی حیثیت رکھتا ہے۔ کچھ دنوں مدینہ طیبہ میں رہے، اس وقت ریاض میں مقیم ہیں۔ پہلے جامعۃ الامام محمد بن سعود کے کلیۃ الشریعہ سے وابستہ تھے، اب کلیۃ اصول الدین کے مایہ ناز اور قابل فخر استاذ کی حیثیت سے تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور درس حدیث کے علاوہ دراسات علیا کے طلبہ کے تحقیقی کاموں کی بھی نگرانی کرتے ہیں۔

ریاض میں جامعہ کی علمی فضا ان کو بے حد راس آئی جامعہ کے مدیر شیخ عبداللہ الترکی اور دوسرے اکابر علم و فضل سے ان کے بے حد مخلصانہ تعلقات ہیں۔ وہ حضرات بھی شیخ کے علم و فضل کی وجہ سے ان کو بے حد قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہندوستان اب سے پہلے بھی وہ آچکے ہیں اس دفعہ اصلاً تو وہ ندوۃ العلماء میں استاذ زائر کی حیثیت سے آئے تھے چند دن مولانا اعظمی کے ساتھ گذارے۔ ۱۲ رجون کو دارالعلوم دیوبند میں تشریف آوری ہوئی، طلبہ سے عام خطاب بھی کیا اور مقدمہ ابن الصلاح کا ایک درس بھی دیا۔ صد سالہ اجلاس اور اس کے مقاصد سے گہری دلچسپی ظاہر کی اور سارا وقت اساتذۂ دارالعلوم کے ساتھ علمی گفتگو اور نادر و نایاب کتابوں کی تلاش و جستجو میں گذارا۔

ان کے ساتھ اس اچانک ملاقات نے یہ یادیں تازہ کر دیں اور شیخ کی زندگی اپنے لئے ایک مرقع عبرت و بصیرت نظر آئی اور یہ سطریں قلمبند ہو گئیں۔ بلکہ سچ پوچھئے تو یہ سطریں ہرگز نہ لکھی جاتیں اگر مشفق و مکرم جناب مولانا ازہر شاہ قیصر صاحب کا مسلسل تقاضا مہمیز کا کام نہ کرتا۔

آخر میں ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ کچھ عرصہ پیشتر رضاخانیوں کے حلقہ سے یہ صدا بلند ہوئی تھی کہ ندوہ کے جشن تعلیمی کے موقع پر شیخ نے مولانا احمد رضا خان کے بارے میں کسی نجی ملاقات کے اندر تعریف و توصیف کے کچھ کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ اور عام عربوں کا یہ تاثر بھی ظاہر کیا تھا کہ وہ احمد رضا خاں صاحب کی تصانیف کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، عربوں کے عام توحید پسندانہ ذہن سے یہ بات نہ صرف یہ کہ قطعی بعید تھی بلکہ عالم عرب سے وابستگی رکھنے والے ہر شخص کی نظر میں غیر واقعی بھی تھی۔ میں نے شیخ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو انکی حیرت کی انتہا نہ رہی انہوں نے نہ صرف اس نسبت کو بے بنیاد اور بے اصل قرار دیا بلکہ فرمایا کہ میں تو یہ نام ہی پہلی دفعہ سن رہا ہوں۔ لکھنؤ کے اندر فتاویٰ رضویہ کی جلدیں ضرور نظر آئی ہیں۔ لیکن وہ کتاب اردو میں تھی اس لئے میرے پڑھنے

کا بھی کوئی سوال نہیں ہوتا۔ اور نہ جشن تعلیمی کے موقع پہ کسی نے مجھ سے اس طرح کی نجی ملاقات کی تھی۔ مولانا احمد رضا خان صاحب کا جو تکفیری مشن تھا اور جسطرح انہوں نے مشرکانہ اعمال و رسوم کی سرپرستی کا فریضہ انجام دیا ہے اس کے پیش نظر کسی ذی ہوش اور سنجیدہ عالم سے اسکی توقع ہی نہیں کی جاسکتی کہ وہ ان کی امت میں تفریق و انتشار پیدا کرنے والی کوششوں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گا یا صالحین امت کے بارے میں ان کے رویہ اور موقف کی بقائمی ہوش وحواس تائید و حمایت کرے گا۔ پھر شیخ جیسا معتدل اور متوازن ذہن و فکر کا مالک انسان ہے جو کہ اپنے استاد سے ہر طرح کی عقیدت و محبت کے باوجود زیادہ غلو اور انتہا پسندی پر مبنی افکار و نظریات میں اپنا موقف الگ ہی رکھتا ہو، اس کے بارے میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ کوثری سے شیخ کو عقیدت ہزار سہی لیکن امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے بارے میں انہوں نے ہمیشہ اپنا رویہ شیخ سے الگ رکھا اور ان دونوں ائمہ کی عبارتوں سے اپنی تعلیقات کو مزین کرنے میں کبھی تامل نہیں کیا اور اپنی کسی کتاب میں اس موقف کی تائید نہیں کی جو ان کے شیخ کا اپنے علم و مطالعہ کے نتیجہ میں تھا، البتہ علامہ کوثری کیلئے اپنے علم و مطالعہ کی روشنی میں اسکی گنجائش بھی مانتے رہے ہے۔ اس بات کی وضاحت بھی خود شیخ نے اپنی کتاب کلمات فی رد اکاذیب و افترامات میں کر دی ہے۔ دعا ہے کہ امت مسلمہ شیخ کے وجود سے تادیر منتفع ہوتی رہے۔ ■
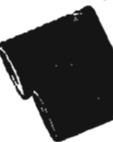
مرزائی دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ

ترجمہ: مولانا حافظ سیف الرحمٰن بی اے ساہیوال

مکہ مکرمہ سے ایک اور اجماعی قرارداد

سعودی عربیہ کی فقہی کمیٹی کا فیصلہ

سماحۃ الشیخ عبداللہ بن حمید حفظہ اللہ جو سعودی عرب کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس اور فقہی کمیٹی کے صدر ہیں کی زیرِ صدارت مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۷۸ء کو دو قرار دادیں پاس ہوئیں ان میں سے ایک بہائی مذہب کے متعلق اور دوسری قادیانیت کے متعلق ہے۔ قادیانیت کے بارہ میں سعودی عرب کی فقہی کمیٹی کا فتویٰ اور فیصلہ قارئین کرام کی خدمت میں ترجمہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ —— ادارہ ——

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ومن اھتدی بھا اھـ۔

امابعد —— ۱۰ر شعبان ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۵ر جولائی ۱۹۷۸ء کو فقہاء کمیٹی کا مکہ مکرمہ میں ایک اجلاس منعقد ہوا اس کا موضوع قادیانی مذہب تھا جس نے انیسویں صدی عیسوی میں متحدہ ہندوپاک کی کوکھ سے جنم لیا۔ اس مذہب کو "احمدی" بھی کہا جاتا ہے۔ اس اجلاس میں ان کے مذہب کی وضاحت کی گئی اور بتایا گیا کہ اس مذہب کا بانی مرزا غلام احمد علیہ مایستحقہ ہے۔ جو ۱۸۷۶ء میں ہوا ہے جس نے دعویٰ کیا تھا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اور میں مسیح موعود ہوں اور نبوت کا دروازہ آنحضرتؐ کی ذاتِ اقدس پر بند نہیں ہوا۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ بابِ نبوت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بعد ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ جیسے قرآن وسنت اس کے شاہد ہیں۔ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ مجھ پر "وحی" کا نزول بکثرت ہوا ہے۔ اور دس ہزار سے زائد آیات مجھ پر نازل کی گئیں —— مزید برآں اس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جو شخص میری نبوت کو جھٹلاتا ہے وہ کافر ہے۔ قادیان کا "حج" تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ کیونکہ یہ شہر شرف وفضیلت میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی طرح مقدس ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلك) اور

قرآن پاک میں جہاں کہیں مسجد اقصیٰ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہی شہر ہے۔ یہ تمام باتیں اس کی کتاب "براہین احمدیہ" اور اس کے رسالہ "تبلیغ" میں مذکور ہیں فقہی کمیٹی کے اس اجتماع میں مرزا بشیر الدین محمود (جو مرزا غلام احمد کا بیٹا اور خلیفہ تھا) کے اقوال اور تصریحات بھی زیر بحث آئیں ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:-

یہ سب باتیں اس کی کتاب "آئینہ صداقت" میں مذکور ہیں۔

۱۔ جو مسلمان مسیح موعود یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت سے انحراف کرتا ہے خواہ اس نے اس کا پیغام سنا ہو یا نہ، وہ کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

۲۔ اس کے رسالہ "الفضل" میں مذکور ہے وہ اپنے والد مرزا غلام احمد سے بیان کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ ہمارا مسلمانوں کے ساتھ سخت اختلاف ہے، اللہ، رسول، قرآن کریم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ میں ہم مسلمانوں کے خلاف ہیں اور ہمارے اور ان کے درمیان جوہری اختلاف ہے۔ (الفضل ۳۰ جون ۱۹۳۱ء)

۳۔ اس رسالہ کی تیسری جلد میں مذکور ہے کہ مرزا غلام احمد وہ نبی ہے جسکی قرآن پاک نے شہادت دی۔ "وہ کہتا ہے کہ: وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے متعلق خوشخبری دی ہے (انوار خلافت ص۲۱)

نیز اسی اجتماع میں اس بات پر بھی بحث ہوئی کہ علمائے اسلام نے اس قادیانی ٹولے کو کلیۃً اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

ان تصریحات کی بنا پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے فیصلہ صادر کیا کہ مرزائیوں سے تعلقات کی نوعیت وہی ہونی چاہئے جو غیر مسلموں کے ساتھ ہے اور یہ کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کی وجہ سے غیر مسلم اقلیت ہیں۔

ان کے عقیدہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے، بلکہ جہاد کا عقیدہ رکھنا گناہ ہے اس سے اس کا مقصد انگریز حکومت کی وفاداری اور ان سے انعام حاصل کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے جہاد کی حرمت اور انگریز کی وفاداری کے متعلق متعدد کتابیں اور رسالے لکھ کر اپنے سفید فام آقا کے سامنے ہدیۂ عقیدت کے طور پر پیش کئے۔ (شہادت القرآن طبع سادس ص۱)

اس سلسلہ میں ایک کتاب کے ضمیمہ میں لکھتا ہے "میں مومن ہوں جب میرے پیروکار بڑھ جائیں گے اور ان کی تعداد میں کثرت سے اضافہ ہو جائے گا تو جہاد کا عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کی قلت ہو جائے گی کیونکہ میں مسیح یا مہدی ہوں۔ میں جہاد کا انکار کرتا ہوں (رسالہ ابوالحسن علی ندوی ص۲۵)

جب علماء اور فقہاء کی کمیٹی کو مذکورہ بالا مستند حوالوں اور دیگر باوثوق ذرائع سے قادیانیوں کے عقائد

اس کی بنیاد اور خطرناک نتائج کا علم ہوا جو اسلامی عقیدہ کے سراسر منافی ہیں اور مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ اور خطرہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے عقائد صحیحہ سے منحرف کر کے باطل عقیدہ کیطرف نہ پھیر دے تو ان حقائق کی روشنی میں اس کمیٹی نے متفقہ طور فیصلہ کیا اور علماء نے فتویٰ دیا کہ قادیانی عقیدہ جسے احمدی بھی کہا جاتا ہے۔ سراسر اسلام کے منافی ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والا بلاشبہ کافر اور مرتد ہے۔ خواہ وہ خود کے مسلمان سمجھنے کا دعویٰ کرے۔ یہ لوگ مسلمانوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے یہ فقہی کمیٹی اعلان کرتی ہے۔ کہ مسلمانوں کے ذمے۔ خواہ وہ حکمران ہوں یا علماء مصنفین ہوں، خطیب ہوں یا داعی۔ فرض ہے کہ اس گمراہ ٹولے کا سختی سے مقابلہ اور محاسبہ کریں دنیا میں جہاں کہیں اس باطل ٹولے کا وجود نظر آئے اس کا قلع قمع کرنے کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ وباللہ التوفیق۔ (اخبار العالم الاسلامی عدد نمبر ۶۲۸ بمطابق ۱۰ رجمادی الثانیہ ۱۳۹۹ھ)

بقیہ: ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص:

۶۷ نفس المصدر۔ ایضاً تاریخ نیشاپوری لابی عبداللہ الحاکم صہ ۱۲۵۔ المنتظم ۳۴۶۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامی میں الاصم کا نام المعاصم (M a s i M) نقل کیا گیا ہے جو مترجم کی غلطی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں یہ نام درست دیا گیا ہے۔

اسی طرح اسی مضمون کے اردو مترجم نے ابوبکر الجصاص کے اساتذہ میں گجراتی نام کا ایک شخص متعارف کرایا ہے۔ جو نا قابل تسلیم ہے اس لئے کہ راقم الحروف کو ان کے اساتذہ میں اس نام کا کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

۶۹۔ البدایہ والنہایہ ۳۴۵ھ المنتظم ۳۴۵ھ

۷۰۔ تذکرۃ الحفاظ (۳۔ ۸۸۳) (۸۵۱)

شذرات الذہب ۱ ۳۵ھ تاج التراجم نمبر ۹۱ (۳۔ ۹) تاج التراجم میں یہی نام عبدالباقی بن جامع نقل کیا گیا ہے جو مطبعہ کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

۷۱۔ کتاب العبر ۳۶۰ھ شذرات الذہب۔ ۳۷۔ المنتظم ۳۶۰ھ۔ ابن خلکان۔ وفیات الاعیان جلد دوم صہ ۱۴۱۔ ۳۶۰ھ۔

۷۲۔ الانساب۔ الاصفہانی۔ شذرات الذہب ۳۴۶ھ

نوٹ۔ اس مضمون کا کچھ حصہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ایک انگریزی مجلے کے جون ۱۹۷۷ء کے شمارے میں چھپ چکا ہے۔ اس طرح یہ مضمون اس مقدمے کا ایک حصہ ہے جو راقم الحروف نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالے اصول الجصاص (ابواب الاجتہاد والقیاس) کے لئے انگریزی میں لکھا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔ وما توفیقی الا باللہ

۔۔۔۔۔

ایک

اچھوتا انداز شکنوں سے بے نیاز

پولیسٹر بلینڈڈ

سینفورائزڈ

فیبرکس

شنگریلا ایس کیو ۷۷۷۷

شرٹنگ کے لئے اعلیٰ بلینڈڈ آئرش لینن

فلیمنکا ایس کیو ۱۰۰۵

پیما کاٹن اور جرمن پولیسٹر فائبر سے تیار کردہ پولیسٹر لان

کینڈل اسٹار ایس کیو ۱۰۰۸

پولیسٹر کاٹن شرٹنگ

الکازار ایس کیو ۱۰۰۳

پولیسٹر کاٹن ٹسر

نقل سے ہوشیار رہیئے

قابل اعتماد استاد فیبرکس ہی خریدیں جو تمام بڑی دکانوں کے علاوہ مندرجہ ذیل پتہ پر بھی دستیاب ہے:

میسرز ایچ سلیمان اینڈ کمپنی

نیو نیہام روڈ سراج کلاتھ مارکیٹ کراچی

فون نمبر: ۲۲۵۸۵۸ — ۲۲۶۹۶۶

ٹیلیگرام: — "ناصر"

بہترین پاپلین بنانے والے

Star

اسٹار ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

پوسٹ بکس نمبر ۴۴۰۰ کراچی نمبر ۲

ٹیلیفون نمبر: ۲۳۸۱۴۱/۲ تار کا پتہ "بلیو اسٹار"

STM-1/78

CCI (Crescent)

از نانتی خلیل احمد سرحدی گھیر والا

دیندار انجمن
مرزائیت کا ایک اور روپ

اسلام کو ہمیشہ بہت سی باطل قوتوں کے ساتھ بیک وقت نبرد آزما ہونا پڑا۔ اسلام دشمن عناصر بعض تو کفار مجاہدین ہیں اور بعض منافقین۔ آخرالذکر طبقہ بہ نسبت پہلے کے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا رہا۔ اس وقت پاکستان میں مرزائی لاہوری مرتدین کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ اب اسی درخت کے برگ و بار اسلام ہی کی چادر اوڑھ کر گمراہ کن عقیدے پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں (صدیق دیندار) کی جماعت پوری منظم ہو کر مرزائیت کا پرچار کر رہی ہے لیکن واحسرتا کہ مسلمان اور علماء کرام خوابِ خرگوش میں پڑے ہیں یا پھر کچھ علماء فرقہ وارانہ منافرت پھیلانے میں مصروف ہیں۔ صدیق دیندار کی جماعت ہندوستان میں حزب اللہ۔ دیندار انجمن کراچی شہر میں، سعید بن وحید کی امارت میں جمعیتہ مجاہدین فی سبیل اللہ پنجاب و سرحد میں مرکزی انجمن کے ناموں سے کام کر رہی ہے۔

وضع قطع | ہرے رنگ کے عمامے جن کے نیچے عموماً سادہ ٹوپی۔ رنگے ہوئے گیروے کرتے پہنتے ہیں سر پر لمبی لٹیں لمبی داڑھی اور پراگندہ منہ دکھائی دیتے ہیں چائے سے بھی مکمل پرہیز کرتے ہیں۔

بانی فرقہ کا تعارف | نام صدیق۔ لقب دیندار چن بسویشر ۱۳۵۳ھ حیدرآباد دکن میں ورود کیا۔ آصف نگر میں خانقاہ سرورِ عالم کے نام سے خانقاہ بنائی۔ غلام احمد قادیانی سے ملی بھگت اور بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان سے بیعت ہوئے۔ محمد علی لاہوری سے قادیانی تفسیر پڑھی۔ بعد ازاں حیدرآباد دکن میں آکر ہندوؤں کی کتابوں غلام احمد قادیانی کی پیش گوئیوں کو اپنے پر چسپاں کیا اور دعاوی یہ کئے کہ ہندوؤں کا اوتار چن بسویشر یوسف موعود مثیل موسیٰ مظہر خدا اور یہ کہ خانقاہ سرور عالم میں حضرت محمدؐ کی بعثت دوبارہ ہوئی۔ نیز اپنے کو شافع محشر۔ مالک قیامت اور اللہ تک بتایا العیاذ باللہ۔ ذیل میں چند حوالہ جات انہی کی کتب سے تحریر کئے جاتے ہیں۔

صدیق دیندار لکھتا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں فتنہ دجال سے کما حقہٗ واقف ہو کر جستجوئے مسیح میں تھا کہ ۱۹۱۴ء میں مسیح مرزا غلام احمد کو پایا۔ اور نہایت مخلصانہ طور پر ۲۸ سال کی عمر میں ترک دنیا کر کے مزید حصول علم دین کے لئے قادیان پہنچا اور مرزا صاحب کے تحریر کردہ دس ہزار صفحات سے جن میں تین سو جگہ مسئلہ نبوت حل کیا گیا تھا۔ پورا پورا واقف ہو گیا۔

(خادم خاتم النبیین ص ۲۵)

۲۔ مرزا غلام احمد کی بشارت میں جتنی صفتیں یوسف موعود کی آتی ہیں وہ کل کمال درجہ مجھ پر صادق آتی ہیں۔

(خادم خاتم النبیین صہ ۵۸)

حضورؐ کی شان میں گستاخی۔ حضورؐ نے میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ جب تک کوئی شخص اس میں فنا نہ ہو گا وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتا۔ (صہ ۵) جمیع انبیاء کی شان میں گستاخی۔ یہ فقیر فنا فی الرسول اپنے اندر سے حضورؐ منبع انوار کے سامنے کل انبیاء زانو طے کئے بیٹھے ہیں۔ (مہر نبوت صہ ۶۲) خدا کا دیدار۔ صراط الذین انعمت علیہم کی دعا یہاں سنی جاتی ہے۔ جن لوگوں نے نبیوں کو نہیں دیکھا، وہ آئے یہاں دیکھئے۔ ہر بات کا آرام اطمینان یہاں ہے۔ بہشت یہاں ہے گلشن اولیاء یہاں ہے یہاں سب سے بڑی نعمت خدا کا دیدار ہے۔ اے طالبانِ حق آؤ۔ اے عاشقانِ رسول آؤ۔ اے محبانِ علی آؤ بڑے انتظار کے بعد یہ روحانی دربار کھلا ہے اپنے وقت مقررہ پہ کھلا ہے نشانات دیکھ کر برکات دور آخرین سے فیض یاب ہو جاؤ۔ (صدیق دیندار دعوت الی اللہ صہ ۴۹)

جماعت دیندار ان کو خطابات من جانب اللہ ملے ہیں۔ دو سو سے زیادہ مرد میدان اکثروں نے نبیوں کے منازل طے کئے۔ وہ متعدد انبیاء کے نام سے پکارے گئے۔ وہ دربار بروز محمدؐ خانقاہ سرور عالم میں جمع ہیں (شمس الضحیٰ صہ ۹۱)

یہاں تک تو وہ دعاوی تھے جو کہ بانی فرقہ رہبر غلام احمد قادیانی نے بھی کئے تھے۔ آگے چل کر وہ اپنے رہبر سے ایک قدم آگے گذر جاتا ہے۔

خدائی کا دعویٰ میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر بپا ہے۔ اللہ قاضی کی حیثیت سے آیا ہے۔ ایک بلند تخت پر بیٹھا ہے جزا و سزا کے فیصلے دے رہا ہے ۔ میں نے دیکھا کہ وہ میری صورت میں ہے۔

مسلمانو، خدارا ان دھوکہ بازوں سے بچو اور حکام سے اپیل ہے کہ لاہوری مرزائیوں کی طرح اس فرقہ کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
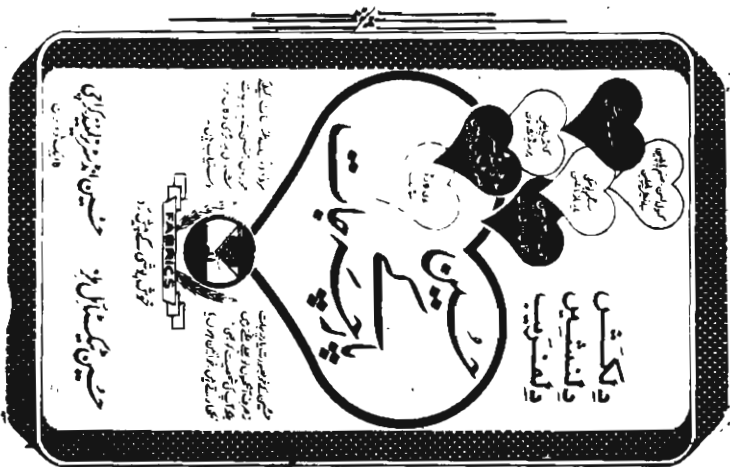
صحافت دعوت
یا
پروپیگنڈہ

تحریر۔ مولانا سید محمد واضح رشید ندوی ——— ترجمانی۔ سید محمد ظفر ندوی

دعوتی صحافت اور پروپیگنڈہ کی صحافت میں بڑا فرق ہے۔ دعوتی صحافت میں اقدار اور اصول کی پابندی ہوتی ہے سنجیدگی، رائے کی پختگی، عقل وحکمت کی منطق اور انسانی مصلحت کی رعایت ہوتی ہے۔ اس کا ایک دائرہ متعین ہوتا ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرسکتی۔ اسی طرح اس کا ایک مزاج ہوتا ہے جس سے وہ کبھی علیحدہ نہیں ہوسکتی۔ اس کے علاوہ دعوتی صحافت کا مقصد تعمیر وتنظیم ہوتا ہے نہ کہ تخریب وفساد۔

اس کے خلاف پروپیگنڈہ محض ایک تعبیر ہے وہ ایک ایسا ہتھیار ہے جو ظالم ومظلوم سب پر مسلط رہتا ہے اور حالات کے تقاضوں کے اعتبار سے اس کے مزاج اور اصول میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔ پروپیگنڈہ ادیب وخطیب کی قوت بیان اور مخاطب کے تاثر پر منحصر ہوتا ہے۔ صدق وسچائی کی اس میں پابندی نہیں ہوتی۔ بلکہ صداقت و امانت جیسی تعبیروں کا مفہوم پروپیگنڈہ میں دوسرا ہوتا ہے جو ادیب وخطیب کے اپنے دعوے کے ثابت کرنے میں قدرت کلام پر موقوف رہتا ہے۔ اس کا اصل مقصد مخاطب میں تاثر پیدا کرنا ہے وہ جس شکل میں بھی وجود میں آئے۔

درحقیقت دعوت اور پروپیگنڈہ دو جدا جدا اصطلاحیں ہیں اور دونوں کا میدان ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ پروپیگنڈہ میں ساری کوشش فوری کامیابیوں کے حصول کی ہوتی ہے۔ لیکن دعوت اور اس کے نظریات کا مقصد ظاہری کامیابیاں نہیں ہوتیں۔ اس لئے اس کی بنیاد ایسے ثابت شدہ حقائق پر ہوتی ہے۔ جو افراد و جماعتوں کی تبدیلی سے بدلتے نہیں ہیں اور یہی اسلامی دعوت کی گہرائی کا راز ہے۔

دعوت کا بہت طویل اور بڑا پر پیچ ہوتا ہے جو قوت برداشت، انکساری، تواضع اور احتساب عمل کو چاہتا ہے جو رکاوٹیں اور مصیبتیں داعی کی راہ میں پیش آتی ہیں وہ اس کو اپنی مہم سے باز نہیں رکھتیں نہ اس سے اس کی ہمت پست ہوتی ہے اس لئے کہ داعی کا سب سے بڑا انعام اللہ کے یہاں اجر وثواب اور اس کی مرضی کا حصول

ہے۔اس لئے اس کا عمل نتائج اور لوگوں کی توجہ پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ اس کا عمل اخلاص نیت پر موقوف ہے۔ اس کے نتائج جو بھی ہوں وہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں ناکام ہو یا کامیاب اس کو اس کی فکر ہوتی ہے کہ اللہ کے یہاں جس کی رضا کے لئے اس نے یہ جدوجہد کی ہے، کیا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ دعوت کے نتائج اکثر دیر میں ظاہر ہوتے ہیں مگر وہ صدیوں قائم رہتے ہیں۔

پروپیگنڈہ کی بنیاد احساسات وجذبات کو بھڑکانے۔ مواقع سے غلط فائدہ اٹھانے اور موقع پرستی پر ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی کامیابیاں دیرپا نہیں ہوتیں۔ اس کی مثال بادلوں کی سی ہے جو گھر گھر کر آتے ہیں اور پھر چھپ جاتے ہیں لیکن دعوت مخاطب کے قلب وضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ اور اس میں اضطراب پیدا کر دیتی ہے۔

موجودہ زمانے کا اثر (جو صحافت اور نشر واشاعت کا دور سمجھا جاتا ہے) دعوت کے طریقۂ کار پر بھی پڑا ہے جس طرح کہ زندگی کے دوسرے گوشے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ داعیانِ اسلام بھی موجودہ تحریکوں کے پروپیگنڈہ کے طریقوں سے متاثر ہیں۔ جن کی تحریک کا انحصار پروپیگنڈہ پر ہے ان طریقوں میں سب سے خطرناک تنقید، فکر میں جذباتیت اور موقع سے فوری فائدہ اٹھانے کا جذبہ ہے۔ جو اخلاقی وصداقت کے منافی ہے اور اپنی دعوت و فکر میں یقین اور اس کی تاثیر میں شک کے مرادف۔

یہ سچ ہے کہ اعتدال کا قائم رکھنا آسان نہیں ہے اور ادیب کے لئے یہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے کہ وہ کاری ضرب لگانے اور اپنے دشمن سے انتقام لینے کے بہترین موقع پر اپنی تحریر کو معتدل رکھے خاص طور پر اس صورت میں جب کہ صحافت پیشہ ور صحافیوں اور سنسنی خیز صحافت کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہے جس میں حقیقت کو بگاڑنے اور اسلام پسندوں پر الزام رکھنے کے لئے ہر موقع تلاش کیا جاتا ہے لیکن سب اشتعال انگیزی، فریب اور دھوکہ کے باوجود اسلامی صحافت میں اعتدال اور تنقید میں متانت وسنجیدگی ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ اسلامی صحافت داعی کے قائم مقام ہے اس لئے جو چیزیں داعی کے لئے ضروری ہیں وہی اسلامی صحافت کے لئے ضروری ہیں۔

اسلامی صحافت کے لئے سب سے بڑی ضروری اسلامی تعلیمات کا جامع تعارف اور ان شکوک وشبہات کو دور کرنا ہے جو خود غرضوں، حق کے دشمنوں اور نفس کے بندوں نے پھیلا رکھے ہیں۔ لیکن یہ کام بغیر کسی تلخی، درشتی اور خود پسندی کے ہونا چاہئے۔ جو اکثر احتساب کے وقت محتسب میں پیدا ہو جاتی ہے۔

احتساب پر بحث کرتے ہوئے ابن قدامہ مقدسی لکھتے ہیں:۔

"ایک بڑا خطرہ سے بچنا ضروری ہے وہ یہ کہ اسلام کی تعلیمات کو پیش کرتے وقت عالم اپنے آپ کو احساسِ علم کی وجہ سے معزز اور جہل کی وجہ سے مخاطب کو ذلیل سمجھنے لگتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو آگ سے نجات دلانے

میں اپنے آپ کو جلا دے۔ یہ انتہائی جہالت کی بات ہے اور نفس و شیطان کا بڑا دھوکہ ہے۔

جس احتساب پر اسلامی صحافت کی بنیاد ہے وہ بڑا اہم اور ذمہ داری کا کام ہے اس لئے اس کے کچھ آداب و شرائط ہیں۔ ان کی رعایت کے بغیر متوقع نتائج کا حصول ممکن نہیں ہے۔ اس احتساب کی پہلی شرط یہ ہے کہ اجر و ثواب کے مواقع اور اس کے حدود کا علم ہو۔ یہ علم شریعت کے ماخذ ہو۔ داعی زہد و ورع کا حامل ہو کیونکہ کبھی یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک چیز جانتا تو ہے مگر کسی سبب سے اس پر عمل نہیں کرتا۔ اس کے احتساب میں طمع کو دخل نہ ہو۔ اگر داعی ایسے عمل کا ارتکاب کرے جو لوگوں میں ناپسندیدہ ہے تو اس سے خود اس کو اور اس کی دعوت کو نقصان پہنچے گا۔

داعی ترغیب سے کام لے نفرت نہ دلائے جس چیز کی طرف بلائے اور جس سے روکے حسن اخلاق کے ساتھ اس کو انجام دے۔ اس لئے کہ ناگواری اور نفرت اور غصہ کو صرف علم اور ذاتی پرہیزگاری دور نہیں کر سکتی جب تک طبیعت میں حسنِ اخلاق اور نرم گوئی نہ ہو بری اور سخت بات پر بھڑکنے سے اور تلخ گوئی سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور دلوں میں سخت منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

سلف کے بیان کردہ احتساب کی یہ چند شرطیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور داعیوں کے پہلے مقدس گروہ (صحابہ) کی سیرت میں نمایاں محسوس ہوتے ہیں۔

اسلامی صحافت کا سب سے بڑا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جس کا اللہ کے یہاں حصول اجر ہے۔ اس لئے ان آداب کی رعایت ضروری ہے۔

اس وقت جب کہ مسلمان صحافیوں اور گرم جوش ادیبوں میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور اسلامی دعوتی لٹریچر کی بھرمار ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اسلامی صحافت کی صحیح راہیں متعین کر دی جائیں تاکہ وہ نہ تو بے جان و بے روح اور افکار سے خالی ہو اور نہ بے لگام و بے عنان جذبات بھڑکانے والی صحافت بن جائے۔

MFTM-5-77

Asiatic

مولانا مدرار اللہ مدرار ۔ مردان

ادب اور شاعری کی تطہیر

ایک شعر کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ

موقر روزنامہ "مشرق" کی اشاعت ۳ مارچ میں مشاعرۂ کوہاٹ کی روئیداد شائع ہوئی تھی۔ اس مشاعرے میں پشاور کے نامی گرامی شعرا شریک ہوتے تھے جن کا کلام کا نمونہ نظر نواز ہوا۔ اس ضمن میں ایک شعر نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ شعر یہ ہے ؎

آدمی تاش کے پتے ہیں تیرے ہاتھوں میں
اے خدا تو بھی ہے شعبدہ گر کی صورت

چوں کہ اس شعر کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسماء و صفات سے ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کچھ وضاحت کی جائے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے جتنے نام ذکر کئے گئے ہیں وہ محدثین اور فقہائے اسلام کی اصطلاح میں توقیفی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان ناموں کے علاوہ اس کو کسی اور نام سے پکارنا ممنوع ہے۔ خواہ وہ نام مفہوم و معنی کے لحاظ سے اچھا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "لمعات" میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان اسماء اللہ تعالیٰ توقیفیہ بمعنی انہ لا یجوز ان یطلق اسم مالم یاذن لہ الشرع او اشعر بنقص (حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹۹)

ترجمہ۔ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں۔ بدیں معنی کہ اللہ تعالیٰ پر ایسے نام کا اطلاق ناجائز ہے جس کی شریعت مطہرہ نے اجازت نہیں دی یا اس سے نقص کا پہلو نکلتا ہو۔

مدینہ کے یہود اللہ تعالیٰ کو اپنے خانہ ساز ناموں مثلاً "ابو المکارم" کے نام سے پکارتے تھے۔ قرآن حکیم نے خود اس کی ممانعت فرمائی۔ اس مقصد کے لئے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۰ ملاحظہ کی جائے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"سب اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو اس کو انہی ناموں سے پکارو۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں"۔

امام راغب اصفہانی اسماء الٰہی میں الحاد یعنی کجروی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

والالحاد فی اسمائہ علیٰ وجہین احدھما ان یوصف بما لا یصح بہ وصفہ والثانی ان

بتاویل ووصفہ علی مالا یلیق بہ (مفردات)

یعنی اسمائے الٰہی میں کجروی کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ جو صفات موصوف میں موجود نہ ہوں یا جو اس کے مرتبہ کے خلاف ہوں وہ اس کی جانب منسوب کی جائیں دوسرے یہ کہ اس کی صفات میں نامناسب تاویل و تبدیل کی جائے۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں کہ

خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم و اجلال کے لائق نہیں یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے۔ یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے۔ یا ان کو معصیت مثلاً سحر وغیرہ کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب کجروی ہے (تفسیر عثمانی بہ ضمن آیت مذکورہ)

علمائے حق کا اسی پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات میں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہے نام رکھ دے۔ یا جس صفت کے ساتھ چاہے اس کی حمد و ثنا کرے۔ بلکہ صرف وہی الفاظ ہونا ضروری ہے جو قرآن و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے بطور نام یا صفت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو کریم کہہ سکتے ہیں سخی نہیں کہہ سکتے۔ نور کہہ سکتے ہیں ابیض نہیں کہہ سکتے طبیب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ دوسرے الفاظ شریعت میں منقول نہیں اگرچہ انہیں الفاظ کے ہم معنی ہیں۔

یہاں قرآن حکیم کی ایک اور نص صریح کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور وہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:-

"اے ایمان والو! تم (رسول اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے) "راعنا" نہ کہو اور (اس کی جگہ) "انظرنا" کہو۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر باتیں سنتے اور ایک بات کو تحقیق کی غرض سے مکرر سننا چاہتے تو کہتے "راعنا" یعنی ہماری طرف متوجہ ہو۔ اور ہماری رعایت کرو۔ یہ کلمہ ان سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو "انظرنا" کہو۔ اس کے معنی بھی یہی ہیں۔ یہود لفظ "راعنا" کو بدنیتی اور فریب سے کہتے تھے۔ اس لفظ کو زبان دبا کر کہنے تو "راعینا" ہو جاتا۔ یعنی ہمارا چرواہا) چونکہ لفظ "راعنا" ایک صحیح المعنی لفظ تھا مگر اس کے ساتھ ہی یہ موہم تنقیص بھی تھا کہ یہود اس کو برے معنی میں استعمال کرتے تھے اس لئے صحابہ کرام کو اس کے کہنے سے روک دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کی شان میں تنقیص کا شائبہ تک پیدا ہو تو اس کا استعمال مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ اگرچہ وہ لفظ بظاہر صحیح المعنی ہی کیوں نہ ہو تو پھر ایک غلط نام کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کرنا اور بھی سنگین ہوا۔

ان حقائق کی روشنی میں ہم صاحب شعر کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ مندرجہ بالا شعر بنیادی طور پر اسلامی تقاضوں کے منافی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ "شعبدہ گر" کے نام سے یاد کیا گیا ہے

اور اس کے ہاتھوں کی طرف تاش کے پتوں کی نسبت الگ ہے۔ یہ دونوں اطلاقات خداوند قدوس و برتر کی عظمت شان کے لائق نہیں۔ ان سطور سے ہمارا مقصد صاحب شعر کی تنقیص حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ ہمیں اعتراف ہے کہ صاحب شعر ایک ممتاز شاعر و ادیب اور دانشور ہے لیکن چونکہ ان کے اس شعر کے الفاظ اسلامی روح سے مطابقت نہیں رکھتے اس لئے ہمیں توضیحی گذارشات کے لئے معاف فرمایا جائے۔

ہمیں معلوم ہے کہ شعر و شاعری ایک ایسا فن ہے جس کے سارے حسن و جمال کی اساس شوکت الفاظ تخئیل کی بلند پروازی۔ مبالغہ آرائی اور آزاد منشی پر قائم ہے اور اس سے بجز گرمی محفل یا وقتی جوش و خروش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی۔ اسی لئے شعر کی نسبت کہا گیا ہے ؎

در شعر مپیچ و در فن او
چوں اکذب اوست احسن او

لیکن بایں ہمہ شعر کے حسن و خوبی اور لذت آفرینی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ شعر اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔ اس کے بارے میں ہادی برحق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بہترین راہنمائی فرمائی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے شعر کے بیان میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت نقل کی ہے۔ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر کا ذکر آیا۔ تو آپ نے فرمایا

" هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَقَبِيحُهُ قَبِيحٌ "

یعنی شعر کلام ہے پس اچھا شعر اچھا کلام ہے اور برا شعر برا کلام ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ نے اچھے شعر کی عزت افزائی فرمائی ہے فرمایا کہ بعض شعر حکمت ہوتا ہے۔ حکیمانہ اور حقیقت افروز شعر اگر کسی غیر مسلم کا بھی ہوتا تب بھی اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حالت سفر میں اپنے ہم سفر صحابی عمرو بن شرید رض کو امیّہ بن صلت کے اشعار سنانے کا ارشاد فرمایا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر یکے بعد دیگرے سو اشعار سنائے۔

واضح رہے کہ امیّہ بن صلت جاہلی دور کا ایک غیر مسلم شاعر تھا لیکن بایں ہمہ اس کے اشعار میں توحید کے مضامین بیان ہوئے تھے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اس کے شعر پسند فرمائے اور فرمایا کہ وہ اسلام کے قریب تھا اسی طرح آپؐ نے مشہور عرب شاعر لبید کے ایک شعر کو بھی بہت پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابی ہریرہ رض سے بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شاعر نے اگر سچی بات کہی ہے تو وہ لبید کا یہ قول ہے۔

" اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ "

یعنی آگاہ ہو کہ خدا کے سوا ہر چیز باطل اور فانی ہے۔

ان حقائق سے معلوم ہوا کہ اسلام کے نزدیک عام شاعری کے حکم سے وہ شاعری مستثنیٰ ہے جو حقائق، رموز فطرت اور رصد اقتوی کی جامع ہے جو حق کی نصرت وحمایت میں کی جائے۔ جس سے اسلام کی حقانیت وسربلندی اور ملک وملت کے تحفظ وبقا کا کام لیا جائے۔ اور جوانوں کے دلوں میں حب ملت، دینی حرارت، عزم وہمت اور تسخیر کائنات کا جذبہ اور ولولہ پیدا کرے۔ شاعر نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر مولانا رومی، علامہ اقبال، مولانا حالی، مولانا جوہر اور اکبر الہ آبادی کی شاعری اسی زمرے میں آتی ہے۔

خوش قسمتی سے اب پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی بنیادیں رکھ دی گئی ہیں۔ تو اب دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ہماری شعروشاعری میں بھی ایک نمایاں فرق اور تبدیلی آنی چاہئے۔ معلوم ہے کہ شراب کی توصیف مروجہ شاعری کا ایک نمایاں عنصر ہے۔ بلکہ عرب شاعری میں شراب کے ساتھ محبوبہ کے وصال کے رازہائے سربستہ کا برملا اظہار فخر ومباہات کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخی واقعہ ہے کہ دور اموی کے مشہور شاعر فرزدق نے جب اپنا وہ شعر جس میں اپنے فعل بد کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے۔ خلیفہ وقت سلیمان بن عبدالملک کو سنایا تو خلیفہ نے برجستہ کہا کہ اس اقبال جرم کے بعد تم پر حد شرعی واجب ہو گئی۔ شاعر نے فوراً سورۂ شعراء کی آیت ۲۲۶ اپنی صفائی میں پڑھ کر اپنی جان بچالی۔ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

" اور وہ کہتے وہ ہیں جو وہ کرتے نہیں "

بہرحال اب پاکستان میں برپا ہونے والے اسلامی معاشرے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی شاعری کی تطہیر کریں اور اس سے اسلامی معاشرے کی تعمیر، نوجوانوں کی اخلاقی تربیت اور اسلامی تہذیب وثقافت کو اجاگر کرنے میں مدد لیں ع

وقت است کہ در عالم نقش دگر انگیزی

ڈاکٹر سعید احمد صاحب فاضی
ایسوسیٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

قسط ۲

ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص کی سوانح حیات اور افکار

ابوبکر الجصاص کے اساتذہ ابوبکر الجصاص نے دو اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ ابوالحسن الکرخی اور ابوسہل الزجاجی
ابوالحسن الکرخی۔ عبیداللہ بن الحسین بن دلال بن دلہم جو ابوالحسن الکرخی کے نام سے مشہور ہیں ۲۶۰ھ میں کرخ
جدان میں پیدا ہوئے۔ وہ بغداد میں سکونت پذیر رہے اور قاضی ابوحازم اور ابوسعید البردعی کے بعد فقہ حنفی کے
امام ہیں۔[۵]

فقہ میں انہوں نے ابوسعید البردعی جو موسیٰ بن نصر الرازی کے تلمیذ رشید تھے، تعلیم حاصل کی۔[۵]
اسی طرح احمد بن علی الرازی الجصاص، ابوعبداللہ الامغانی، ابوعلی الشاشی، ابوحامد الطبری، ابوالقاسم
التنوخی، ابوعبداللہ الجرجانی، ابوزکریا الضریر اور ابوعبداللہ المعتزلی جیسے بڑے بڑے علماء اور فقہاء نے
ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے قاضی اسمٰعیل بن اسحاق اور محمد بن عبداللہ الحضرمی سے احادیث کے
دروس لئے۔ وہ بڑے بڑے محدثین میں سے ایک تھے۔ اس لئے ابوعمر الحیویہ اور ابوحفص بن شاہین جیسے علماء نے
ان سے احادیث کی روایت کی۔ وہ بڑے بڑے مجتہدین میں سے تھے۔ اس لئے مشکل سے مشکل مسائل جن کے
لئے قرآن و حدیث میں واضح ہدایات نہ ملتی تھیں، کا حل بڑی آسانی سے ڈھونڈ نکالتے تھے۔
ان کو ایک دفعہ قضاء کے عہدے کی پیش کش کی گئی۔ لیکن انہوں نے اس کو قبول نہ کیا حتیٰ کہ وہ ان لوگوں سے
تعلقات قطع کرتے تھے جو قضاء کے عہدے پر فائز ہوتے تھے۔ انہوں نے بہت اہم کتابیں لکھیں۔ مثلاً مختصر
شرح جامع الکبیر، جامع الصغیر اور اسی طرح انہوں نے ایک چھوٹی سی کتاب اصول فقہ بھی لکھی۔
۸۰ سال کی عمر میں ان کو فالج کی بیماری لاحق ہوئی۔ ان کے پاس دوائی کے لئے ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ اس لئے
ان کے شاگردوں نے شام کے حاکم سیف الدولہ بن حمدان کو مدد کی درخواست کی۔ جب ابوالحسن الکرخی کو معلوم

ہوا تو وہ رو پڑے۔ بہرحال جب سیف الدولہ کی طرف سے ایک ہزار درہم کی امداد پہنچی تو وہ تقضائے الٰہی کو لبیک کہہ چکے تھے۔

وہ ۱۵ر شعبان ۳۴۰ھ کو وفات پا گئے۔ ان کی جگہ ان کے تلمیذ رشید ابو علی الشاشی مسند نشین ہو گئے وہ بڑے متقی بزرگ تھے الا یہ کہ عمر کے آخری ایام میں معتزلہ کی طرف مائل ہونے لگے تھے اور جس کی وجہ سے ان کو ہدف تنقید بنایا گیا تھا۔[۵۸]

ابو سہل الزجاجی | ابوبکر الجصاص کے دوسرے استاد ابو سہل الزجاجی تھے۔ جو ابوالحسن الکرخی کے شاگرد تھے۔ نیشاپور کے بڑے بڑے متبحر عالم و فقہا نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کی شخصیت بڑی مؤثر تھی۔ علمی بحثوں میں عام طور پر آپ پلہ بھاری رہتا تھا۔ جدلیات میں بڑے ماہر تھے۔ وہ شیشوں کا کاروبار کرتے تھے۔ اس لئے اس کو زجاجی کہتے ہیں وہ نیشاپور میں وفات ہوتے۔ اس کی کتاب الریاض بہت مشہور کتاب ہے۔[۵۹]

ابوبکر الجصاص کے تلامذہ | ابوبکر الجصاص کے شاگردوں میں بڑے بڑے فضلاء رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کی مختصر سوانح عمری یہاں دی جاتی ہے۔

۱۔ الجرجانی | ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی الجرجانی جرجان کے ایک مشہور حنفی فقیہہ گذرے ہیں اس نے فقہ کی فقہ کی تعلیم ابوبکر الجصاص سے حاصل کی اور احادیث کی روایت عبداللہ بن اسحاق بن یعقوب البصری اور ابو احمد الغطریفی سے کی۔ ان سے ابوالحسن القدوری اور احمد بن الناطفی اور ابو سعد اسماعیل بن علی السمان الرازی اور ابو نصر الشیرازی نے احادیث کی تعلیم حاصل کی۔

وہ بغداد میں رہے اور قطیعۃ الربیع کی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ اگرچہ وہ ابوبکر الجصاص کے شاگرد و رشید تھے۔ لیکن سارے مسائل میں وہ ان کے ساتھ اختلاف رکھتے تھے۔ ۲۰ر رجب ۳۹۸ھ کو بدھ کے دن بغداد میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ امام ابو حنیفہ کے مدفن کے قریب دفن کئے گئے۔[۶۰]

۲۔ الخوارزمی | محمد بن موسیٰ بن محمد الخوارزمی بغداد کے ایک ذہین عالم رہے ہیں۔ اس نے فقہ کی تعلیم ابوبکر الجصاص سے حاصل کی۔ جب کہ ابو عبداللہ الحسین بن علی الصیمری اور ابوالقاسم مسعود بن محمد الخوارزمی نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ فتویٰ دینے میں بڑے ماہر تھے۔ مسائل کو حل کرنے کا خداداد ملکہ رکھتے تھے۔ اور بہید الثبتی استاد تھے وہ بڑے خود دار تھے۔ اس نے کبھی کسی سے کوئی تحفہ وغیرہ قبول نہیں کیا۔ وہ ۱۸ر جمادی الاول ۴۰۳ھ کو جمعہ کے دن وفات پا گئے۔[۶۱]

۳۔ الزعفرانی | ابوالحسین محمد بن احمد بن محمد بن عبدوس بن کامل الدلال المعروف بہ "الزعفرانی" ایک ثقہ محدث اور متقی فقیہہ تھے اس نے فقہ کی تعلیم ابوبکر الجصاص سے حاصل کی۔ اگرچہ مسائل میں ان کے ساتھ

اختلاف رکھتے تھے۔

اس نے احادیث کی تعلیم حسن بن علی بن محمد المصری، عثمان بن احمد السماک، ابوبکر محمد بن الحسن بن زیاد النقاش ابوبکر محمد بن عبداللہ الشافعی اور حبیب الحسن سے حاصل کی۔ احادیث کی روایت ان سے ابوالقاسم علی بن الحسن التنوخی نے کی وہ ۴۳۹ھ میں وفات پاگئے [۶۲]

۴۔ابو جعفر النسفی | ابوجعفر محمد بن احمد بن محمود النسفی اپنے وقت کے مشہور فقیہہ تھے اس نے فقہ کی تعلیم ابوبکر الجصاص سے حاصل کی۔ جب کہ ان سے ابوحاجب الاستر آبادی اور ابوبکر نصر الشیرازی نے احادیث کی روایت کی۔

وہ فقہی مسائل کو حل کرنے میں دور رس نگاہ رکھتے تھے۔ اختلاف الفقہاء کے موضوع پر بڑے ماہر تھے۔ وہ بڑے متقی، حیادار اور قانع آدمی تھے۔

ابن النجار ابوحاجب محمد بن اسماعیل الاستر آبادی سے روایت کرتے ہیں کہ قاضی ابوجعفر نے بغداد میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھے تھے۔

اقبل معاذیر من یاتیك معتذراً۔

ان بر فیما قال او فجرا۔

فقد اطاعك من یرضیك ظاهره وقد اجلك من یعصیك مستترا

ترجمہ:۔جب کوئی آپ سے معافی مانگنے آتا ہے تو اس کو معاف کر دیا کرو خواہ وہ اپنے عذر پیش کرنے میں سچا ہو یا جھوٹا۔

اگر کوئی بظاہر آپ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حقیقت میں آپ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اگر کوئی خفیہ طور پر آپ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گویا آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ وہ ۱۸ رشعبان ۴ ام ھ کو بدھ کے دن وفات پاگئے [۶۳]

۵۔ابن المسلمۃ | ابوالفرج احمد بن محمد بن عمر بن الحسن المعروف بہ ابن المسلمۃ ۳۲۷ھ میں پیدا ہوئے اس نے احادیث کی تعلیم اپنے والد اور احمد بن کامل سے اور فقہ کی تعلیم ابوبکر الجصاص سے حاصل کی۔ وہ ہر سال محرم کے مہینے میں ایک محفل منعقد کیا کرتے تھے۔ وہ ایک ثقہ، ذہین اور عالم تھے۔ اس کا گھر علماء کا ایک نشست گاہ تھا۔ وہ سال کے اکثر حصے روزہ رکھتے تھے۔ روزانہ ، پارہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے اور اسی کو رات کی نماز میں دہراتے تھے۔ وہ مشرقی بغداد میں سکونت پذیر تھے وہ ذوالقعدہ ۴۱۵ھ کو وفات پاگئے۔

۶۔کمادی | ابوالحسین محمد بن احمد بن طیب بن جعفر بن کمار الکماری قاضی واسط کے والد، عراق کے

مشہور فقیہہ ہوگذرے ہیں۔ فقہ کی تعلیم اس نے ابوبکر الجصاص سے حاصل کی۔ جب کہ احادیث کی روائت اپنے والد احمد بن طیب ابن جعفر بن کمار الواسطی اور بکر بن احمد سے کی وہ ، ام ھ میں وفات پا گئے [۶۵]

ان محدثین کی مختصر سوانح عمری جن سے ابوبکر الجصاص نے احادیث کی روایت کی۔

۱۔ ابو العباس الاصم | ابو العباس محمد بن یعقوب بن یوسف بن معقل بن سنان الاموی النیشا پوری ۲۴۷ میں نیشا پور میں پیدا ہوئے۔ ۲۶۵ ھ میں اس کے والد یعقوب الوراق نے اس کو سارے شرق اوسط کی سیر کرائی اس دوران آپ نے ہر علاقے کے علماء اور فضلاء سے حصول علم کیا [۶۶]

ان سے بھی بڑے بڑے علماء و فضلاء نے احادیث کی روایت کی۔ اس نے تقریباً ۷ سال تک اپنی مسجد میں مسلسل اذان دی۔

وہ بہرے تھے اس لئے اس کو اصم کہتے ہیں اگرچہ وہ اس نام کو ناپسند کرتے تھے [۶۷]

وہ ربیع الآخر ۳۴۶ ھ میں وفات پا گئے اور شاہنبر کے مقبرہ میں دفن کئے گئے [۶۸]

۲۔ ابو عمرو۔ غلام ثعلب | ابو عمرو محمد بن عبد الواحد بن ابی ہاشم الزاہد المعروف بہ غلام ثعلب بڑے ذہین اور عالم آدمی تھے۔ اس نے احادیث کی روایت الکریمی (دیکھیں سمعانی ، الانساب) اور موسیٰ بن سہل الوشاع اور دوسرے کثیر محدثین سے کی۔ جب کہ اس سے احادیث کی روایت ابو علی الشاذان اور دیگر کثیر محدثین نے کی۔ وہ بلا کا حافظہ رکھتے تھے۔ اگرچہ بعض روایات کی وجہ سے اس پر کذب کا الزام بھی ہے۔ وہ ۱۳ ذوالقعدہ ۳۴۵ ھ اتوار کے دن وفات پا گئے [۶۹]

۳۔ عبد الباقی بن قانع | ابو الحسین عبد الباقی بن قانع بن مرزوق ۲۶۵ ھ میں پیدا ہوئے۔ اس نے احادیث کی تعلیم حارث بن ابی عثمان، ابراہیم بن الہیثم البلدی، ابراہیم الحربی۔ محمد بن مسلمہ وغیرہ سے حاصل کی۔ جب کہ اس سے احادیث کی روایت الدار قطنی۔ ابو الحسن الرزقویہ اور دیگر بہت سے محدثین نے کی۔ اس نے دور دور کے سفر کئے۔ اور بہت ساری احادیث حفظ کیں۔

احادیث کی روایت کے سلسلے میں آپ کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض کے ہاں آپ ثقہ اور عادل محدث تھے۔ بعض کے ہاں آپ ثقہ نہیں تھے۔ دار قطنی کی روایت کے مطابق آپ غلطیاں بھی کرتے تھے اور ان پڑھتے بھی رہتے تھے۔

ابوبکر الجصاص کے ساتھ آپ کے خصوصی تعلقات تھے۔ آپ ۳۵۱ ھ میں شوال کے مہینے میں وفات پا گئے [۷۰]

۴۔ الطبرانی | ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر (تصغیر مطر) اللخمی (نسبت مالک بن عدی اللخم کو) ۲۶۰ ھ میں طبریہ الشام میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے لئے اس نے دور دراز علاقوں کے سفر کئے۔ ۱۳۰ سال کی عمر

میں احادیث کی تعلیم شروع کی ۔ ۱۵ سال کی عمر میں قیساریہ چلے گئے ۔ اور محمد بن یوسف الفریابی کے شاگردوں سے احادیث کے دُروس لینے لگے ۔

تقریباً ۳۳ سال وہ اپنے ملک سے باہر رہے اس دوران اُس نے تقریباً ایک ہزار اساتذہ سے احادیث کی تعلیم حاصل کی ۔ اس نے بڑی اچھی اچھی کتابیں تصنیف کیں ۔ ان میں سے معاجم ۔ معجم الاوسط اور معجم الاصغر زیادہ مشہور ہیں ۔ وہ ثقہ اور عادل محدث تھے ۔ علم الجرح والتعدیل میں بڑے ماہر تھے ۔ وہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۶۰ھ کو ہفتہ کے دن اصفہان میں وفات پا گئے ۔[۵]

۵ ۔ ابومحمد الاصفہانی ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس ابن الفرج الاصفہانی ۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے بڑے بڑے علماء سے احادیث کی تعلیم حاصل کی ۔ ان سے بھی بڑے بڑے فضلاء نے احادیث کی تعلیم حاصل کی وہ شوال ۳۴۶ھ میں وفات پا گئے ۔[۶]

حوالہ جات

۱ ۔ احمد امین ۔ ظہر الاسلام بیروت ، ۱۹۶۹ء جلد اول صفحہ ۴۹ ۔
۲ ۔ نفس المصدر
۳ ۔ نفس المصدر
۴ ۔ نفس المصدر ص ۵۰
۵ ۔ السیوطی : تاریخ الخلفاء کراچی ۱۹۵۹ء ص ۳۰۱
۶ ۔ نفس المصدر ۔ ایضاً مسکویہ تجارب الامم مصر ۱۹۱۵ جلد دوم ص ۸۶
۷ ۔ ابن الاثیر تاریخ الکامل ج ہشتم ص ۱۷۶
۸ ۔ نفس المصدر
۹ ۔ ابن الاثیر تاریخ الکامل ج ۸ ۔ ص ۲۱۷/۲۱۸ ایضاً معین الدین ندوی ۔ تاریخ اسلام کراچی ۱۹۷۳ ۔ ج ۴ ص ۲۴ ، ۲۵
۱۰ ۔ تاریخ اسلام ج ۴ ص ۲۶ ایضاً الکامل ۱۸۵
۱۱ ۔ الکامل ص ۱۹۳
۱۲ ۔ نفس المصدر
۱۳ ۔ نفس المصدر ص ۴۲۱ ۔ ظہر الاسلام ج ۱ ص ۵۴
۱۴ ۔ ظہر الاسلام ج ۲ ۔ ص ۶
۱۵ ۔ نفس المصدر ص ۲۱۲
۱۶ ۔ الفوائد البہیۃ ص ۲۲ ۔ ایضاً ابوبکر الجصاص احکام القرآن ج ۱ ۔ مقدمہ
۱۷ ۔ الذہبی : تذکرۃ الحفاظ ج ۳ نمبر ۸۱ ،
۱۸ ۔ الجواہر المضیئۃ ص ۸۴
۱۹ ۔ تذکرۃ الحفاظ نمبر ۸۱ ،
۲۰ ۔ الجواہر المضیئۃ ص ۸۴ ، ۸۵
۲۱ ۔ تذکرۃ الحفاظ نمبر ۹۸۸
۲۲ ۔ الفوائد البہیۃ ۲۲ ۔ لغت نامہ ج ۱ ۔ ۳۰۸
۲۳ ۔ الفوائد البہیۃ ص ۲۲ ۔ کحالہ ، معجم المؤلفین الجصاص ۔
۲۴ ۔ الفوائد البہیۃ ص ۲۲

۲۵۔ تاریخ بغداد۔ ج ۶ صہ ۳۱۴

۲۶۔ الجواہر المفیئۃ ج ۱ صہ ۸۵

۲۷۔ تاریخ بغداد ج ۴ صہ ۳۱۴، لغت نامہ، الرازی

۲۸۔ الجواہر المفیئۃ ج ۱ صہ ۸۵

۲۹۔ السمعانی، کتاب الانساب، الجصاص
الفوائد البہیۃ صہ ۲۲۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ
الجص۔

۳۰۔ الجواہر المضیئۃ۔ ج ۱۔ صہ ۸۴
حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں احکام القرآن اور شرح مختصر الکرخی کے تحت ابوبکر الجصاص کا نام محمد بن علی المعروف بہ الجصاص الحنفی لکھا ہے جو غلط ہے۔ البتہ دوسرے مقامات مثلاً اصول الفقہ شرح آداب القضاء اور شرح الجامع الصغیر میں اس کا نام احمد بن علی المعروف بہ الجصاص الرازی لکھا ہے جو صحیح ہے۔

۳۱۔ نفس المصدر

۳۲۔ تاریخ بغداد جلد ششم صہ ۳۱۴
جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ علماء آزادی سے ایک امارت سے دوسری امارت نقل و حرکت کر سکتے تھے اور ابوبکر الجصاص کا سفر نیشاپور۔ الاہواز وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں البتہ ان مقامات کو ان کا سفر دیگر وجوہات سے بھی ہو سکتا ہے۔ نیشاپور انہی ایام میں حنفی مکتب فکر کا ایک بڑا مرکز تھا۔ (دیکھیں ظہور الاسلام جلد اوّل صہ ۲۵۹ تا ۲۶۱۔ اور یہاں کے اکثر باشندے حنفی مسلک کے پیروکار تھے اس کے علاوہ انہی ایام میں بغداد میں سنیوں اور شیعوں کے درمیان چپقلش اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی اس لئے ابوالحسن الکرخی نہیں چاہتے تھے کہ نوجوان ابوبکر اس فرقہ وارانہ چپقلش سے ذہنی طور پر متاثر ہو۔ اس لئے انہوں نے اس کے لئے نیشاپور جانا پسند کیا تاکہ وہ وہاں آرام سے ابو عبداللہ الحاکم جو اپنے وقت کے مشہور محدث تھے کے زیر سایہ علم حاصل کرے۔

۳۳۔ مقالات الکوثری ۵۲۴

۳۴۔ نفس المصدر۔ ابوبکر الجصاص کی سوانح عمری مندرجہ ذیل کتابوں میں پائی جاتی ہے۔
مولانا عبدالحئی لکھنوی۔ الفوائد البہیۃ ۲۲، بر کلمین جی۔ ڈی۔ ایل ضمیمہ اول صہ ۳۵۵۔ الذہبی، کتاب العبر۔

۰،۳ ہجری۔ دھخدا علی اکبر۔ لغت نامہ طہران ۱۹۶۶، ۲۴۲-۱۲۴۲۔ ابن العماد۔ شذرات الذہب ۰۰ ۳ھ۔ ابن الجوزی، المنتظم ۳۷۰ھ۔ الجصاص۔ احکام القرآن۔ مقدمہ۔ ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ ۳۷۰ھ۔ ابن ندیم، الفہرست ص ۲۰۷، ۲۹۳، ابن قطلوبغا، تاج التراجم ص ۶، الخطیب بغدادی تاریخ بغداد جلد چہارم ۳۱۴۔ خیر الدین الزرکلی (بکسر الزاء والراء وسکون الکاف) الاعلام ابو بکر الجصاص، محمد زاہد الکوثری۔ مقالات الکوثری ۴۲۴، نظامی بدایونی۔ قاموس المشاہیر۔ بدایون ۱۹۲۴، ۶۴، او۔ سپاہیز۔ اردو دائرۃ المعارف، الجصاص۔ او۔ سپائیز۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نئی ایڈیشن جلد دوم، الجصاص۔ قرشی الجواہر المفیتہ جلد اول ۸۴۔ دوم ۳۵۷، ۲۲۳، الیافعی۔ مرآۃ الجنان ۳۷۰ھ۔

بروکلمین نے اپنی جی۔ ڈی۔ ایل ضمیمہ اول ۳۵۵ میں الجصاص کی جائے وفات نیشاپور رکھا ہے یہی غلطی او۔ سپائیز نے اپنے مضامین جو انہوں نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اور اردو دائرۃ المعارف میں دیئے ہیں، میں دہرائی ہے۔

۳۵۔ احکام القرآن، مقدمہ، ایضاً محلاوی تسہیل الاصول ۳۲۵، ابو زہرہ امام ابو حنیفہ۔ حیاتہ۔۔۔ تیسری ایڈیشن ۱۹۶۰، ۴۴۳، علماء نے مجتہدوں کو چار درجوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ مجتہد فی الشرع | وہ مجتہد جو قرآن اور حدیث سے براہ راست استنباط احکام کی اہلیت رکھتا ہو اور نئے اجتہادی فیصلوں میں کسی دوسرے شخص کی اندھا دھند تقلید نہ کرتا ہو۔ خواہ ان مسائل کا تعلق مبادیات سے ہو یا فروعیات سے۔

۲۔ مجتہد فی المذہب | وہ مجتہد جو مخصوص اصول و قواعد کی روشنی میں حنفی فقہاء کے وضع کردہ ضوابط کے تحت استنباط احکام کی اہلیت رکھتا ہو۔

۳۔ مجتہد فی المسائل | وہ مجتہد جو مبادیات اور فروعیات میں اپنے امام کی پیروی کرتا ہو۔ البتہ ان مسائل کا حل اپنی ذاتی رائے سے کرتا ہو جن کے بارے میں امام کی طرف سے کوئی واضح ہدایات موجود نہ ہوں۔

۴۔ صاحب التخریج | وہ مجتہد جو اپنے علم کی روشنی میں فروعی مسائل کے حل کی اہلیت بھی رکھتا ہو ہاں وہ مسائل ضرور ایسے ہوں جس کے لئے متقدمین نے کوئی واضح لائحہ عمل نہ وضع کیا ہو۔ البتہ وہ اپنی ذاتی اجتہاد سے امام کے کسی فیصلے پر ترجیح دے سکتا ہو۔

بعض علماء نے ابو بکر الجصاص کو مجتہد فی المذہب اور بعض نے صاحب التخریج کہا ہے دونوں فریقوں نے اپنے اپنے اقوال میں مبالغہ کیا ہے۔ وہ نہ مجتہد فی المذہب ہے اور نہ صاحب التخریج بلکہ وہ مجتہد فی المسائل ہے۔ البتہ ابو بکر ابو زہرہ کی درجہ بندی کے مطابق مجتہد فی المذہب کہلایا جا سکتا ہے اس لئے کہ یہی مجتہد فی المذہب ابن عابدین کی درجہ بندی کے مطابق مجتہد فی المسائل کے برابر ہے اس لئے اس بارے میں کسی کو

الجھن میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

۳۶- اصول الجصاص ۱/۱۱۶

۳۷- نفس المصدر ۲/۱۳۵

۳۸- نفس المصدر ۱۴۵

۳۹- نفس المصدر ۱/۱۹۲، ۲/۱۹۲

۴۰- نفس المصدر ۲/۱۹۳، ۲/۱۹۴

۴۱- نفس المصدر ۱/۲۰۱

۴۲- نفس المصدر ۱/۲۰۳

۴۳- نفس المصدر ۲۲۸

۴۴- نفس المصدر ۲۲۶

۴۵- نفس المصدر ۲۰۷

۴۶- نفس المصدر ۲/۲۲۸

۴۷- احکام القرآن ج ۱- ۹۳، ۹۴

۴۸- نفس المصدر

۴۹- نفس المصدر

۵۰- احکام القرآن ج ۱- ۴۲، ۴۳
سحر کی تشریح میں ابوبکر الجصاص نے معتزلہ کا نقطہ نظر اپنایا ہے مزید تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر روح المعانی تفسیر کشاف اور تفسیر کبیر۔

۵۱- نفس المصدر

۵۲- نفس المصدر ۴۵

۵۳- نفس المصدر

۵۴- نفس المصدر ۴۴

۵۵- نفس المصدر ۴۶- ۴۷

۵۶- ابو سعید البردعی بن الحسین البردعی بغداد کے مشہور فقہاء میں سے رہے ہیں۔ اس نے ابو علی الدقاق اور موسیٰ بن نصر الرازی سے تعلیم حاصل کی جب کہ ان سے ابوالحسن الکرخی ابو طاہر الدباب اور ابو عمرو الطبری نے حصول علم کیا وہ داؤد بن علی الظاہری کے ہم عصروں میں سے تھے۔ اور کافی حد تک ان سے متاثر ہوئے تھے۔
ابو سعید کافی عرصہ بغداد میں رہے۔ اور درس و تدریس میں مشغول رہے ۳۱۷ھ میں جنگ قرامطہ میں دوسرے حاجیوں سمیت دوران حج قتل کئے گئے۔ اس کے بارے میں مزید تفصیل ۳۱۷ھ کے تحت ان مآخذ میں پڑھی جا سکتی ہے۔ جو ابوبکر الجصاص کی سوانح عمری کے بارے میں دئے گئے ہیں۔
نوٹ۔ کرخ بنی بویہ کے زمانے میں وسط بغداد میں ایک محلہ تھا اور آبادی کی اکثریت شیعوں کی تھی جہاں تک کرخ جدان جو ابوالحسن الکرخی کا مولد ہے کا تعلق ہے یہ عراق کے ایک صوبہ کا آخری قصبہ تھا اور جو عراق اور شہر زور کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا تھا (دیکھیں حموی، معجم البلدان)

۵۷- ابو سہل موسیٰ بن نصر الرازی محمد بن الحسن الشیبانی کے شاگرد رشید تھے۔ ابو علی الدقاق اور ابو سعید البردعی نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے حدیث کی روایت عبدالرحمٰن ابو زہیر سے کی۔ کہ انہوں نے ایک مشہور فتویٰ

دیا تھا کہ جو کوئی ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت سنت مسلسل قصداً چھوڑے اس کی گواہی ناقابل قبول ہے۔ مزید تفصیل الفوائد البہیہ ۱۷۲۔ الجواہر المفیۃ جلد دوم ، ۱۸۰ ، ۲۵۹ ، ابوبکر الجصاص احکام القرآن مقدمہ میں دیکھیں۔

نوٹ۔ موسیٰ ابن نصر الرازی کے والد کے نام کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کسی نے اس کا نام نَصر بتایا ہے کسی نے نُصَیر اور کسی نے نَصِیر۔ راقم الحروف نے نَصر کو ترجیح دی ہے۔ اس لئے کہ اس کی روایت کثرت سے ہے۔

۵۸۔ دیکھیں ۳۴۰ھ مذکورہ کتب تراجم میں۔

ابو الحسن الکرخی کے شاگردوں نے سیف الدولہ ابن حمدان کو مدد کے لئے کیوں لکھا؟ راقم الحروف کی ناقص رائے یہ ہے کہ مطیع اللہ کا وظیفہ صرف دو سو درہم تھا جو بمشکل اس کے ذاتی اخراجات کے لئے کافی ہو سکتا تھا۔ اس لئے وہ ابو الحسن الکرخی کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔

دوسرے یہ کہ معز الدولہ بنی بویہ شیعہ تھا اس لئے ابو الحسن الکرخی کے شاگردوں نے اس سے مدد کی درخواست مناسب نہ سمجھی۔ سیف الدولہ اپنے وقت کا سب سے زیادہ جواد حاکم تھا اور سنی بھی تھا اس لئے انہوں نے مدد کی درخواست اس سے کی اور جس کی منظوری اس نے فوراً دے دی۔

۵۹۔ الفوائد البہیہ ، ۶۵ تاج التراجم نمبر ۲۷۔ تاریخ بغداد جلد ششم ۸۹-۹۳۔ کتاب الانساب ، الزجاجی ، الجواہر المفیۃ جلد دوم ۲۵۴۔

۶۰۔ الفوائد البہیہ ۱۶۳ ، المنتظم ۳۹۸ھ۔ تاریخ بغداد جلد سوم ۳۳۴۔ اعلام۔ ابن مہدی الجرجانی۔ الجواہر المفیۃ جلد دوم ۱۴۳۔

۶۱۔ الفوائد البہیہ ۱۶۲۔ کتاب العبر جلد سوم ۴۵۳ھ المنتظم ۴۵۳ھ۔ شذرات الذہب ۴۵۳ھ البدایہ والنہایہ گیارہویں جلد ۴۵۳ ، مرآۃ الجنان ۴۵۳ھ

۶۲۔ الفوائد البہیہ ۱۷ ، تاریخ بغداد جلد اول ۲۶۵۔ الجواہر جلد اول ۶ - جلد دوم ۳۱۲۔ السمعانی۔ کتاب الانساب ، الزعفرانی۔

۶۳۔ الفوائد البہیہ ۱۲۹ ، المنتظم ۴۱۴ھ۔ الجواہر جلد دوم ۲۴ ، ۲۵۔ السمعانی۔ الانساب۔ النسفی

۶۴۔ البدایہ والنہایہ۔ بارہویں جلد ۱۷ ، المنتظم ۴۱۵ھ

۶۵۔ الفوائد البہیہ ۱۲۷-۱۲۸ ، الجواہر المفیۃ جلد اول ۸۵۔ جلد دوم ۱۳ ، ۲۴۲ ، السمعانی۔ الانساب۔ کماری۔ کماری احمد بن طیب کے پردادا جو ابو الحسین کے والد اور قاضی واسط کے دادا کی طرف منسوب ہے۔

۶۶۔ تذکرۃ الحفاظ۔ جلد سوم نمبر ۸۶ (۸۳۵) البدایہ والنہایہ ۴۴۳ھ۔ حموی۔ معجم البلدان جلد سوم ۳۶۴۔

باقی صفحہ ۳۱ پہ

تاریخ کا ایک ورق

ماسٹر محمد عمر خان گڑھ

جب انطاکیہ فتح ہوا

عیسائیوں کے متبرک مقام انطاکیہ کو فتح کر کے اہلِ اسلام داخل ہوئے تو وہ شہر کی خوب صورتی اس کی عالیشان عمارات وسیع بازار، پُر فضا میدان لہلاتے کھیت سرسبز و شاداب باغات۔ مفرح آب و ہوا کو دیکھ کر دنگ رہ گئے اور بہت خوش ہوتے وہ چاہتے تھے یہاں کم از کم ایک ماہ قیام کریں اور آرام کرنے کی اجازت مل جاتے۔ مگر امین الامت حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انطاکیہ کا سب انتظام کر کے لشکرِ اسلام کو تین دن کے بعد کوچ کا حکم دیا اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"آغاز خدا تعالےٰ رحمان و رحیم کے نام، ابو عبیدہ عامر بن جراح عامل شام کی طرف سے امیر المومنین کی خدمت میں۔ آپ پر سلامتی ہو۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ اے امیر المومنین! اللہ تعالےٰ نے پایۂ تخت نصرانیت شہر عظیم انطاکیہ پر مسلمانوں کو فتح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری خاص نصرت اور مدد فرمائی اور رومیوں کو شکست دی۔ شاہ ہرقل کشتی میں بیٹھ کر سمندر کے راستے فرار ہوگیا۔ مَیں نے انطاکیہ کی آب و ہوا فرحت بخش ہونے کی وجہ سے اس میں قیام نہیں کیا۔ مجھے خوف ہوا کہیں اس کی مفرح آب و ہوا کا مسلمانوں پر بُرا اثر نہ پڑے۔ اور دنیا کی محبت ان پر غالب نہ آ جائے۔ اللہ تعالےٰ کی اطاعت و عبادت میں سستی نہ ہو جائے۔ میرا ارادہ حلب کی طرف جانے کا ہے۔ مَیں آپ کے حکم کا منتظر ہوں اگر آپ حکم دیں تو شام کے دروں اور گھاٹیوں کی طرف بڑھوں ورنہ یہیں ٹھہرا رہوں۔

امیر المومنین! بعض اہلِ عرب رومی عورتوں سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مَیں نے انہیں روک دیا ہے آپ اس کے بارے میں کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ آپ پر اور تمام مسلمانوں پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو۔"

یہ خط اور مالِ خمس حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے زید بن واہبؓ کے حوالے کیا اور ان کے ہمراہ حفاظت مال کے لئے ایک حفاظتی گارد ساتھ بھیجی۔ زید بن واہبؓ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں [illegible] چپ چپ ہوئی تھی۔ لوگ اِدھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ حضرت زیدؓ سمجھے مدینہ میں کوئی واقعہ پیش آگیا ہے۔ ایک شخص سے پوچھا یہ کیا ماجرہ ہے؟ جواب ملا حضرت عمر [illegible] امیر المومنین حج بیت اللہ کو جا رہے ہیں اور لوگ اُن کے ہمراہ حج کرنے

سعادت حاصل کرنے کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت زید حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ اس وقت مدینہ منورہ سے باہر ایک گیئر لشکر کے ساتھ پاپیادہ چل رہے تھے۔ دائیں طرف حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اور پیچھے ایک جماعت تھی حضرت زیدؓ نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ حضرت عمرؓ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ حضرت زید نے کہا — میں امین الامت عبیدہ بن جراح والیٔ شام کی طرف سے آیا ہوں۔ آپ کو مبارک ہو اللہ نے اہل اسلام کو انطاکیہ پر شاندار فتح نصیب فرمائی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی فوراً زمین پر سجدے میں گر پڑے جب سر اٹھایا تو آپ کا چہرہ اور داڑھی خاک آلود تھے آپ یہ کہہ رہے تھے۔ "اے میرے اللہ تیری اس نعمت کاملہ پر تیری بے حد حمد و ثنا اور تیرا شکر بجا لاتا ہوں"

پھر خط کھول کر پڑھا۔ خط پڑھتے ہی آپ رونے لگ گئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا امیر المومنین خوشی کے اس مبارک موقعہ پر رونے کی وجہ کیسی؟

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے ابوالحسن میں اس لئے رویا کہ ابو عبیدہؓ نے مسلمانوں کے نفسوں پر سختی کی۔ پھر حضرت علیؓ کو خط دے دیا۔ حضرت علیؓ نے خط پڑھ کر کہا ابو عبیدہؓ نے اچھا نہیں کیا۔ مگر ابو عبیدہ بڑے متقی اور پرہیزگار ہیں انہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایسا کیا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں حب الدنیا نہ گھر کر جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن جراح کے بارے میں فرمایا۔ ہر نبی کی امت کا ایک امین ہوتا ہے میری امت کا امین عبیدہ بن جراح ہے۔ پھر حضرت عمرؓ سن کر خوش ہو گئے اور وہیں زمین پر بیٹھ گئے قلم دوات منگوا کر ابو عبیدہ کو مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

ابتدا رحمٰن رحیم کے نام سے اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے ان کے عامل ابو عبیدہ بن جراح کے نام۔ تم پر سلامتی ہو۔ میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی پر درود بھیجتا ہوں۔ میں خداوند تعالیٰ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ اس نے اپنی تائید سے مسلمانوں کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ اور پرہیزگاروں کے لئے عاقبت کی بھلائی مقرر فرمائی۔ وہ ہمیشہ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا ہے۔ تم نے لکھا ہے ہم انطاکیہ میں اس کی خوش کن اور فرحت بخش آب و ہوا کی وجہ سے نہیں ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے نیکوکار اور پرہیزگاروں پر پاک چیزیں حرام نہیں کیں۔ وہ خود کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اے پیغمبر! تم پاک و طاہر چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو تم جو کچھ کرتے ہو میں اسے جانتا ہوں"

تمہیں لازم تھا کہ مسلمانوں کو محنت مشقت کے بعد آرام دیتے کہ وہ کھانے کی چیزوں سے محظوظ ہوں اپنے جسموں کو آرام دیں کیونکہ ان کے جسم دشمنوں سے لڑنے میں تکلیف اور دکھ اٹھاتے ہیں دشمنوں کے پیچھے دروں اور گھاٹیوں میں جانے کا جو حکم تم حاصل کرنا چاہتے ہو اسے تم خود ہی بہتر سمجھتے ہو کیوں کہ وہاں کے حالات سے تمہیں اچھی طرح علم ہے جیسے پوری طرح واقفیت نہیں۔ اگر تم سمجھتے ہو دروں اور گھاٹیوں میں تمہارا داخل ہونا اہل اسلام کے لئے مفید اور بہتر ہے تو بے شک جاؤ لیکن اتفاق کار اور راہ دکھانے والا ضرور

بغیر راہ سے جانا۔ تاکہ دروں اور گھاٹیوں میں ناواقفیت کے باعث لشکر اسلام حیران و سرگرداں نہ ہو۔ اگر کوئی
تم سے صلح کرے تو تم بھی صلح کر دو جو عہد ہو جائے اس کے پورے پابند رہو۔ کسی پر زیادتی نہ کرو۔ اور جو تم نے پوچھا
ہے کہ اہل عرب میں سے بعض آدمی رومی عورتوں سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو جو شخص ایسا کرنا چاہے اسے جائز
طریقہ پر کرنے دو۔ صرف خیال رکھو کسی سے کوئی امر شریعت اسلام کے خلاف ظہور میں نہ آئے تقوای اور
خشیت الہٰی کا لشکر اسلام کو پابند رکھیں۔ تمام مسلمانوں پر سلامتی ہو خدا کے بندے عمرؓ کو اپنی دعاؤں
میں نہ بھلانا۔"

یہ خط لکھ کر حضرت عمرؓ نے حضرت زید کے حوالے کیا کہ جس طرح خط لائے ہو اسی طرح پہنچا بھی دو۔ اللہ تعالیٰ سے
اجر کے امیدوار ہو۔

زید بن واہب خط لے کر کچھ فاصلہ چلے حضرت عمرؓ نے کہا۔ زید! ٹھہر جاؤ اسی وقت اپنے غلام کو حکم دیا کہ اونٹ
پر سے توشہ اتار لاؤ۔ غلام نے تھیلیاں لاکر سامنے رکھ دیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک تھیلی میں سے چار سیر ستو پیمانے میں
بھر کے پھر دوسری تھیلی میں سے چار سیر کھجوریں نکال کر زید بن واہب کے حوالے کیں اور فرمایا عمر کی طرف سے تمہاری
دعوت ہے مجھے مجبور سمجھنا میرے امکان میں اتنا کچھ ہو سکتا ہے پھر اٹھ کر زید کے سر پر از راہ شفقت بوسہ لیا اور
فرمایا " اب میں تمہیں رخصت کرتا ہوں"

حضرت زید بن واہب شہنشاہ عرب و شام کے توشے میں سے حصہ پا کر اور ان کی شفقت اپنے حال پر دیکھ کر
دلی جوش سے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ ستو اور کھجوریں اور سر کا بوسہ اس کی تمام زندگی کو فرحت بخشنے کے
لئے کافی تھا۔

از جناب محمد اکبر شاہ بخاری

ہمارے اسلاف

مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی

پاک و ہند میں شاید کوئی ایسا خطہ اور گوشہ ہو گا جہاں مجدد اعظم حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی اور روحانی فیض نہ پہنچا ہو جس طرح حضرت کی ہزاروں کتابیں مختلف علوم میں علمی فیض پہنچا رہی ہیں۔ اسی طرح اطراف ملک میں بہت سے خلفاء اور تربیت یافتہ حضرات فیض روحانی پہنچانے میں مصروف ہیں ان سے واسطہ در واسطہ فیض پہنچانے کا سلسلہ تو اس قدر وسیع ہے کہ جس کا شمار ہی مشکل ہے۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے ان ہی بلا واسطہ تربیت یافتہ حضرات میں سے مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ جو اپنے وقت کے ایک جید ترین عالم اور عارف کامل تھے۔

آپ فتح پور ہنسوا کے ایک گاؤں میں ۱۳۱۴ھ میں پیدا ہوئے دس بارہ برس کی عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ گھر پر عربی اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ اور ۱۳۴۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مناظر اسلام مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ آپ کے اساتذہ گرامی تھے۔ دوران تعلیم ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اصلاح اعمال کی فکر اور ذوق عبادت عطا فرمائی تھی۔ اجتماعات سے الگ الگ تھلگ رہنے کے عادی تھے۔ خوش نصیبی سے طالب علمی کے زمانے ہی میں آپ کو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری اور تربیت باطنی کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور نصاب تعلیم کو پورا کر کے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ہی کے ہو رہے۔ آپ کی فطری قابلیت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت کے خلفاء مجازین میں شامل ہو گئے۔

حضرت حکیم الامت کی وفات کے بعد آپ کی ذات طالبین کا مرجع بن گئی۔ فتح پور کے زمانہ قیام میں قرب و جوار کے اضلاع کے علاوہ دوسرے علاقوں کے لوگ آپ تک پہنچتے رہتے اس کے بعد آپ گورکھپور تشریف لے آئے۔ اور گورکھپور ایک دینی اور روحانی مرکز بن گیا پھر آپ نے یہاں سے الہ آباد ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ جہاں آپ کی مقبولیت کا اس پیمانہ پر ظہور ہوا جو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواص اولیاء اللہ کے لئے ہوتا ہے۔

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین کو تلاوت کلام پاک کے لئے سختی سے تاکید کرتے اور نفاق جیسے

روحانی خبث سے بچنے کی ہمیشہ تلقین فرماتے۔ اپنا محاسبہ کرنا ہر مرید پر لازم تھا۔ آپ کے انداز تربیت میں حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے اسلوب اصلاح کی جھلک پائی جاتی تھی جو اپنی اصلاح کے لئے آتا اس پر خود بھی کڑی نظر رکھتے۔ اور محاسبہ نفس کی تاکید فرماتے۔ مخاطبین میں علماء، بیرسٹر، جج اور اعلیٰ حکام سے لے کر رمضانی اور رحمن سب موجود ہوتے مگر ہر شخص کا محاسبہ اس طرح کیا جاتا تھا جو اس شخص کے خاص نفسیاتی حالات کے لحاظ سے مفید ہو۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ نہ سمجھنا کہ میں صرف دُرشت مزاج ہی ہوں بلکہ ضرورت کی بنا پر خلوص کے ساتھ اس کو اختیار کرتا ہوں ورنہ اگر خلوص نہ ہوتا تو کیوں کہتا اور یہ سب کیوں خاموش رہتے۔ صبح کی مجلس خاص میں منتہی طلبا اور علماء شریک ہوتے اور بعد نماز ظہر کی مجلس میں عام لوگوں کی شرکت کی اجازت ہوتی۔ متوسلین و مریدین کی اصلاح کی خاطر وصیۃ السالکین، وصیۃ الاخلاص وصیۃ الاخلاق۔ توقیر العلماء جیسی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو بہت مفید ثابت ہوئیں۔

آپ کا شمار حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے ممتاز خلفا میں ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامت کی آپ پر خاص عنایات تھیں۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۳۴۶ھ کی پہلی حاضری تھانہ بھون میں روزانہ مجلس خاص و عام میں شرکت ہوتی تھی۔ ایک روز مجلس میں حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ نے مولانا وصی اللہ صاحب کا تذکرہ ایک خاص محبت و عنایات اور تحسین کے انداز میں فرمایا اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ ان کو جانتے ہیں۔ تھانہ بھون کے اس قیام نے میرے قلب میں اپنے ہم سبق شاہ وصی اللہ کی سبقت کو قابل رشک اور اپنی تاخیر کو قابل حسرت و افسوس بنا دیا تھا۔ اس سوال پر بے ساختہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کے سامنے یہ شعر نکل گیا کہ ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوانِ عشق

او بصحرا رفت و ما در کوچہا رسوا شدیم

اس پر حضرت حکیم الامت نے ایک خاص لطف کے انداز میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ:

"ہاں یہاں بھی یہی دستور ہے کہ کسی کو صحرا دیا جاتا ہے اور کسی کو سہرا دیا جاتا ہے۔ ہر ایک کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس پر راضی رہنا چاہئے"۔ بات آئی گئی ہوگئی لیکن اپنے اس صحرا نورد ہم سبق دوست کے کمالات کی عظمت ہمیشہ دل میں رہی اس وقت میں یہ سمجھا کرتا تھا کہ حضرت حکیم الامت کے خلفا میں ایک خاصی تعداد ایسے حضرات کی ہے جو اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب ہیں مگر ان کی روشنی اس آفتاب عالم تاب کے سامنے ظاہر نہیں ہوتی۔ ان میں خصوصیت سے شاہ وصی اللہ صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور پر نظر جاتی تھی۔ اور حضرت قدس سرہ کی وفات کے بعد ان آنکھوں نے اس کا مشاہدہ کر لیا کہ ان دونوں بزرگوں کی مجلس ایک کیمیا کی تاثیر رکھتی تھی (بزم اشرف کے چراغ) حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ آپ دارالعلوم

دیوبند کے ممتاز علماء اور شیوخ میں سے ہیں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا طرزِ اصلاح اور تہذیب نفس ہو بہو حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی طرح ہے۔ پہلے ضلع اعظم گڑھ میں پھر شہر گورکھپور میں اور اس وقت الہ آباد شہر میں آپ نے اپنی خانقاہ قائم فرمائی۔ بڑے بڑے ذی علم اور صاحب جاہ و ثروت حضرات کی اصلاح آپ کے ذریعہ سے ہوئی۔ ہزاروں بندگانِ خدا کو روحانی فیض پہنچا۔ اور یہ خطہ آپ کے وجود باوجود سے روحانیت سے بہرہ اندوز ہوا ہے۔ اور انشاء اللہ آپ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔"

(تاریخ دار العلوم دیوبند ص ۷۳)

بہرحال زندگی کے آخری سالوں میں مختلف امراض کے سبب بمبئی میں آپ کا قیام ہونے لگا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس قیام بمبئی کو اہلِ بمبئی کے لئے رشد و ہدایت اور رحمت کا وسیلہ بنا دیا۔ شاید ہی اللہ کے کسی اور بندے سے اہلِ بمبئی کو اس قدر وسیع پیمانے پر اتنا عمیق دینی فائدہ پہنچا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بمبئی کے تاجروں اور دوسرے اونچے طبقوں میں آپ کے ہزاروں عشاق پیدا کر دیئے جو خالص دنیا دار تھے۔ آپ کی صحبت کے سبب وہ اللہ والے بن گئے۔

۲۲ر نومبر ۱۹۶۷ء کو آپ نے حج کی غرض سے بحری سفر اختیار فرمایا اور ۲۵ر نومبر ۱۹۶۷ء کو جہاز پر ہی انتقال ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں آپ کو دفن کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ مگر منشائے ایزدی کے تحت آپ کو سمندر کے حوالے کر دیا گیا اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ٹینڈر نوٹس

سوات فارسٹ ڈویژن منگورہ میں محکمانہ طور پر چرائی شدہ عمارتی چوب کا جو مندرجہ ذیل ڈپو ہائے میں برلب سڑک تیار پڑے ہیں کے فروخت کیلئے خواہشمند حضرات سے بمہر ٹینڈر مطلوب ہیں جو کہ زیر دستخطی کے نام مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۷۹ء بروز بدھ گیارہ بجے صبح تک پہنچ جانے چاہیں۔ ٹینڈر سر بمہر ٹینڈر بکس جو کہ زیر دستخطی کے دفتر واقع منگورہ میں پڑا ہے میں بھی مقررہ تاریخ اور وقت تک ڈالے جا سکتے ہیں۔

تفصیل چوب:-

لاٹ نمبر	مقام	قسم	تعداد	مکعب فٹ	مکعب میٹر	زر بیعانہ
میاندم VII	میاندم ڈپو	کائیل سلیپران	1461	3914.1	110.88	30000 تیس ہزار روپیہ
		فر/سپروس سلیپران	160	424.8	12.03	
		میزان میاندم لاٹ نمبر VII	1621	4338.9	122.91	
اوشو I	مٹلتان ڈپو (بیسین ہال)	دیار سلیپران	1893	6716.9	190.28	40,000 چالیس ہزار روپیہ
		کائیل "	11	59.8	1.69	
		فر "	14	44.7	1.26	
		میزان اوشو لاٹ نمبر I	1918	6821.4	193.23	
اترووڑ VII	اترووڑ ڈپو	دیار گیلی جات	119	2359.5	66.84	40,000 چالیس ہزار روپیہ
		کائیل "	72	1900.9	53.85	
		فر/سپروس "	109	1998.5	56.61	
		میزان اترووڑ لاٹ نمبر VII	300	6258.9	177.30	
اترووڑ VIII	اترووڑ ڈپو	دیار گیلی جات	115	1580.8	44.78	25,000 پچیس ہزار روپیہ
		کائیل "	83	1582.7	44.83	
		فر/سپروس "	122	1581.0	44.79	
		میزان اترووڑ لاٹ نمبر VIII	320	4744.5	134.40	
اترووڑ IX	اترووڑ ڈپو	دیار گیلی جات	147	2324.0	65.66	25,000 پچیس ہزار روپیہ
		کائیل "	82	1383.7	39.20	
		فر/سپروس "	71	967.3	27.69	
		میزان اترووڑ لاٹ نمبر IX	300	4675.0	132.55	

اتروڑ X اتروڑ ڈپو	دیار گیلی جات	96	1688.8	47.81	
	کائیل	58	1495.2	42.35	25,000 پچیس ہزار روپیہ
	فراسپروس	126	1564.8	44.32	
	میزان اتروڑ لاٹ نمبر X	280	4748.8	134.48	

مختصر شرائط :-

۱۔ ٹینڈر مقررہ فارم پر دیئے ہوں گے جو کہ زیر دستخطی کے دفتر سے دوران اوقات کار کسی بھی دن ماسوائے تعطیل بہ ادائیگی مبلغ دو۲ روپیہ فی فارم حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ ٹینڈر مقررہ تاریخ اور وقت گزرنے کے فوراً بعد موجود ٹینڈر دہندگان کے سامنے کھولے جائیں گے مقررہ وقت اور تاریخ گزرنے کے بعد کوئی ٹینڈر قابلِ قبول نہ ہوگا۔

۳۔ گیلی جات کی پیمائش نئے رائج شدہ قاعدہ (سیل ایریا فارمولا) پر کی گئی ہے۔ ٹینڈر دہندگان ٹینڈر دینے سے پہلے لکڑی کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ بعد میں کسی قسم کا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔

۴۔ کامیاب ٹینڈر دہندگان کو ٹینڈر میں پیش کردہ نرخ کے علاوہ مندرجہ ذیل لاٹوں کے لئے ان کے سامنے درج شدہ نرخ سے محکمانہ خرچہ مزید ادا کرنا ہوگا۔

(i) میاندم لاٹ VII مبلغ دس روپیہ فی مکسر فٹ (0.028 مکسر میٹر)

(ii) اوشو لاٹ I مبلغ سات روپیہ پچاس پیسے فی مکسر فٹ (0.028 مکسر میٹر)

(iii) اتروڑ لاٹ VII تا X مبلغ سات روپیہ پچاس پیسے فی مکسر فٹ (0.028 مکسر میٹر)

۵۔ مزید شرائط و دیگر تفصیلات دریں بارہ زیر دستخطی کے دفتر سے کسی بھی دن ماسوائے تعطیل معلوم کی جا سکتی ہیں۔

(ایس۔ ایم۔ کونین)

مہتمم جنگلات سوات فارسٹ ڈویژن

منگورہ ضلع سوات

INF (P) 1972

پاکستان آرمی ایجوکیشن کور کے شعبہ اسلامیات میں

ڈائریکٹ شارٹ سروس کمیشن

پاکستان آرمی کو ایسے باحوصلہ اور باصلاحیت
افراد کی ضرورت ہے جو بطور آفیسر فوج میں دینی معلم کے
فرائض سرانجام دے سکیں۔ مطلوبہ قابلیت اور شرائط ملازمت حسب ذیل ہیں۔

تعلیمی قابلیت:

(الف) ایم اے اسلامیات۔ (جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص ایم اے اسلامیات تصور کیا جائے گا۔) اور درجہ اوّل و دوم کو ترجیح دی جائے گی (ب) فارغ / فاضل اور درسِ نظامی

نوٹ : جنہوں نے ایم اے اسلامیات کا امتحان دیا ہو اور نتیجہ کا انتظار ہو وہ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

عمر:

یکم اکتوبر ۱۹۷۹ء کو ۳۵ سال تک (پاکستان آرمی کے مولوی صاحبان "ریلیجس ٹیچر" کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں) منتخب شدہ امیدواروں کو فوری طور پر فوج کی ایجوکیشن کور (شعبہ اسلامیات) میں بطور سیکنڈ لیفٹیننٹ کمیشن دیا جائے گا۔ سابقہ تجربہ اور تدریسی قابلیت کے پیشِ نظر مستحق افراد کے لئے جلدی ترقی کی گنجائش ہوگی۔ تنخواہ کا اسکیل حسب ذیل ہے۔

عہدہ اور تنخواہ:

عہدہ	تنخواہ	کٹ الاؤنس	ڈسٹربنس تنخواہ	سٹاف تنخواہ	زیادہ سے زیادہ تنخواہ
سیکنڈ لیفٹیننٹ	۱۰۰۰/-	۲۵۰/-	۲۰۰/-	-	۱۴۵۰/-
لیفٹیننٹ	۱۰۵۰/-۱۲۰۰/-	۲۵۰/-	۲۰۰/-	-	۱۶۵۰/-
کیپٹن	۱۱۵۰/-۱۴۰۰/-	۲۵۰/-	۳۰۰/-	۷۵/-	۲۲۲۵/-
میجر	۱۵۵۰/-۲۳۰۰/-	۲۵۰/-	۳۰۰/-	۱۰۰/-	۲۹۵۰/-
لیفٹیننٹ کرنل	۲۰۵۰/-۲۵۰۰/-	۲۵۰/-	۲۵۰/-	۲۰۰/-	۳۲۰۰/-

اس کے علاوہ کمیشن ملنے پر صرف ایک دفعہ ۲۱۰۰/ روپے ملبوسات کے لئے دیے جائیں گے۔

ملازمت کی جگہ :- پاکستان میں یا پاکستان سے باہر کسی بھی جگہ

پیشہ ورانہ تربیت :- کمیشن پانے کے بعد ضروری پیشہ ورانہ تربیت دی جائیگی

طریق انتخاب :-
(الف) کسی سروس ہسپتال میں طبی معائنہ
(ب) تحریری امتحان انٹیلیجنس اور پرسنلٹی ٹسٹ آئی ایس ایس بی کوہاٹ
(ج) آخری انتخاب جنرل ہیڈکوارٹرز۔ راولپنڈی

درخواستیں مجوزہ فارم پی اے۔۳ (بی) اے جی برانچ۔ جنرل ہیڈکوارٹرز۔ راولپنڈی کے نام ۵/- روپے کے کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی پی اے کے ساتھ ۱۵ ستمبر ۱۹۷۹ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ درخواستوں کے فارم ریکروٹنگ آفیسرز، سٹیشن ہیڈکوارٹرز، سولجر بورڈز۔ اور ایمپلائمنٹ ایکسچینج سے ۵/- روپے کا کراسڈ پوسٹل آرڈر بنام ڈی پی اے دکھا کر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

نوٹ :- جو حضرات اس سے پہلے دو دفعہ درخواست دے چکے ہیں اور ناکام رہے ہیں وہ درخواست نہ بھیجیں۔

گرمی کی شدّت سے نہ گھبرایئے
رُوح افزا سے راحت پایئے
گرمیوں کی تند و تیز، مرطوب ہوائیں ہمیں بے جان اور
بے حال بنا دیتی ہیں لیکن موسم کی شدّت کو رُوح افزا کے
استعمال سے اعتدال پر ضرور لایا جا سکتا ہے۔
رُوح افزا جسم و جان کو ٹھنڈک پہنچا کر تپش اور
لُو کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ کھوئی ہوئی توانائی
بحال کرتا ہے اور پیاس بجھاتا ہے۔
اس کا ذائقہ اور تاثیر دونوں اپنی جگہ لاجواب ہیں۔
پاکستان کے مشروبات میں
سرفہرست
رُوح افزا
ہمدرد
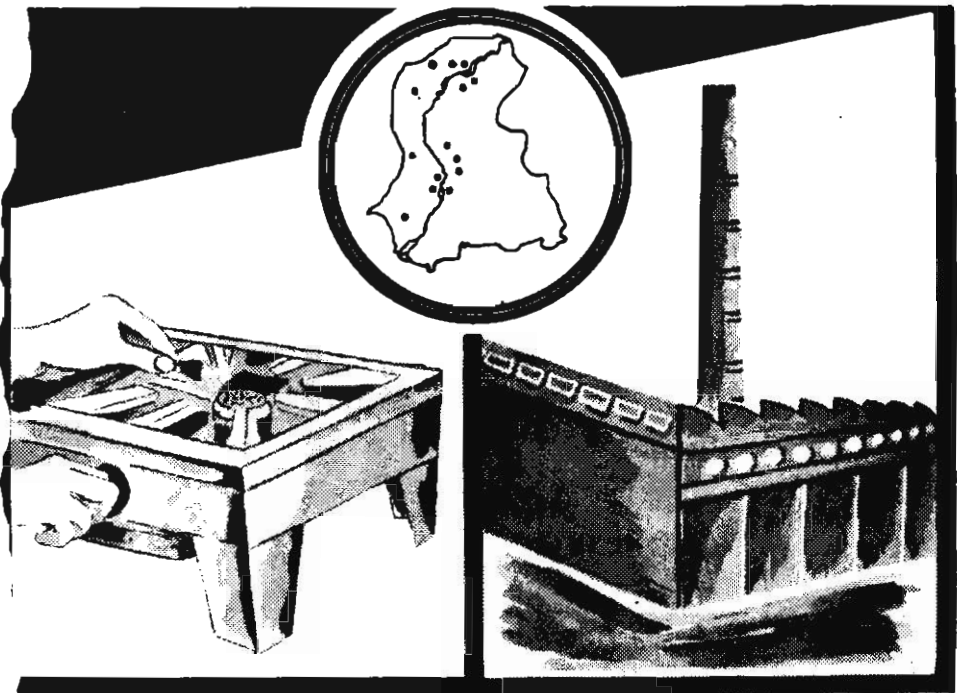
MINERALS are the most potent generators of economic growth and historically man's progress has been closesy linked with their proper uses. Most of the industrial nations have used mineral resourcess to support their development and the industrial progress of Pakistan is vitally linked with the development of its indigenous mineral resourcess Until 1970, the develppment and growth of this sector in Pakistan had been too slow and its contribution to GNP was less than 1%. PMDC which was established in July 1974 has been entrusted with the entire ambit of mineral development from the stage of discovery and survey through exploration, evaluation, benefication, mining, utilization & marketing etc.

PMDC is one of the largest employers of mining personnel in the public sector in Pakistan and has nearly 10,000 persons on its payroll. These include about 170 technical, professional and management executives. It has the largest mining department, a well established exploration department with facilities for mineral exploration through geophysics, geochemistry, drilling and a laboratory for mineral testing.

PAKISTAN MINERAL DEVELOPMENT CORPORATION

PIDC House, Karachi.

PNSC
پاکستان
نیشنل
شپنگ

REGD-NO.P-90

مطبوعاتِ مؤتمر المصنّفین

دعواتِ حق
جلد اوّل

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات اور ارشادات کا عظیم الشان مجموعہ دین و شریعت اخلاق و معاشرت علم و عمل۔ عروج و زوال۔ نبوّت و رسالت۔ شریعت و طریقت۔ ہر پہلو پر حاوی کتاب صفحات ۶۷۵، بہترین ڈائی دار جلد، قیمت -/۳۰ روپے۔

قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ

قومی اسمبلی میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے دینی و ملّی مسائل پر قرار دادیں، مباحث، تقاریر اور قرار دادوں پر ارکان کا ردِ عمل، آئین کو اسلامی اور جمہوری بنانے کی جدو جہد کی مدلّل اور مستند داستان، ایک سیاسی و آئینی دستاویز، ایک اعمالنامہ جس سے وکلاء سیاستدان، علماء اور سیاسی جماعتیں بے نیاز نہیں ہو سکتیں، صفحات ۴۰۰، قیمت پندرہ روپے۔

عبادات و عبدیّت

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تقاریر کا مجموعہ، بندگی اور اسکے آداب، عبادات کی حکمتیں اور اعمال صالحہ کی برکات، اللہ کی عظمت و محبوبیت اور دیگر موضوعات پر عمدہ کتاب۔ صفحات ۸۸، قیمت -/۳ روپے

مسئلہ خلافت و شہادت

مسئلہ خلافت و شہادت حسین، تعدیل صحابہؓ وغیرہ پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی مبسوط تقریر مولانا سمیع الحق کی تعلیقات و حواشی کے ساتھ صفحات ۱۰۴، قیمت -/۳ روپے۔

اسلام اور عصرِ حاضر

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق عصرِ حاضر کے تمدنی، معاشی، اخلاقی، سائنسی، آئینی، تعلیمی اور معاشرتی مسائل میں اسلام کا مؤقف، عصرِ حاضر کے علمی و دینی فتنوں اور فرقِ باطلہ کا تعاقب، بیسویں صدی کے کارزارِ حق و باطل میں اسلام کی بالادستی کی ایک ایمان افروز جھلک، مغربی تہذیب کا تجزیہ پیش لفظ از مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، صفحات ۴۶۴ جلد سنہری ڈائی دار قیمت -/۳۰

قرآنِ حکیم اور تعمیرِ اخلاق

از مولانا سمیع الحق مدیر الحق تعمیرِ اخلاق، اصلاحِ معاشرہ، تطہیرِ نفس میں قرآنِ حکیم کا معتدلانہ انداز اور حکیمانہ طرزِ عمل، عبادات کا اخلاقی پہلو۔ قیمت -/۳ روپے۔

الحاوی علی مشکلات الطحاوی

شیخ الحدیث مولانا زکریا سہارنپوری شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان کاملپوریؒ اور مظاہر العلوم کے دیگر ممتاز محدثین کے مشترکہ غور و فکر کا نتیجہ طحاوی شریف کی تقریباً ایک سو مشکلات کا حل۔ قیمت بارہ روپے۔

ہدایۃ القاری شرح صحیح البخاری
عربی

از قلم حضرۃ مولانا محمد فرید صاحب مدرس و مفتی دارالعلوم حقانیہ، بخاری شریف کی قدیم مبسوط شروح اور امالی اکابر سے زیر بحث مسئلہ پر مباحث کا خلاصہ، مختصر اور جامع شرح جلد اوّل صحیح بخاری کی کتاب العلم پر مشتمل ہے۔

برکۃ المغازی
عربی

از مولانا محمد حسن جان صاحب استاذ دارالعلوم حقانیہ — بخاری شریف کی کتاب الجہاد و المغازی اور حدیث وصیۃ زبیرؓ کے متعلق تحقیقی مباحث۔ قیمت چار روپے۔

اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتیں

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی غیر مطبوعہ مبسوط تقریر۔ انسان کی حقیقی کامیابی کا معیار اللہ کی نظر میں کیا ہے۔ مرتبہ مولانا سمیع الحق قیمت ایک روپیہ۔

ارشاداتِ حکیم الاسلام

از علامہ قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ دارالعلوم حقانیہ میں معجزات انبیاء، دارالعلوم دیوبند کی روحانی عظمت اور مقام پر حضرت قاری صاحب مدظلہ کی حکیمانہ اور عارفانہ تقریریں۔ قیمت ۱/۵۰ روپیہ۔

مؤتمر المصنّفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ پاکستان